نبوّتِ مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ

سیّد الانبیاء ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے پر ایک بے مثال تحقیق

پروفیسر محمد عرفان قادری

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

نبوتِ مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ

سیّد الانبیاء ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے پر ایک بے مثال تحقیق

پروفیسر محمد عرفان قادری

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فہرس

نبوت مصطفےٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ

الاهداء

بندۂ ناچیز اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو سیّد الانبیاءٔ

قائد المرسلین، خاتم الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین سیّدنا احمد مجتبیٰ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی بارگاہِ مقدس ومنور ومعطر ومطہر میں انتہائی عقیدت واحترام اور عجز وانکسار

کے ساتھ ہدیہ کرتا ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ کا ایک ادنیٰ غلام

محمد عرفان بٹ قادری عفا عنہ ربہ القوی

طالب شفاعت وعنایت ومغفرت وبرکت ورحمت ہے۔

الانتساب

میں اپنی اِس تالیف کو اپنے شیخِ طریقت شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت علامہ ابو محمد، محمد عبدالرشید سمندری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

اپنے والد گرامی ووالدہ ماجدہ دامت برکاتہما العالیہ

کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی محبتوں، شفقتوں، عنایتوں اور

دُعاؤں کے سائے میں ہی اس بندہ ناچیز کو مطالعہ وتحقیق وتحریر

کا ذوق نصیب ہوا۔

تقریظ

مناظر اہل سنت، فاضل جلیل، ابوالحقائق

حضرت علامہ غلام مرتضیٰ ساقی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم، امابعد!

محبت کا نورانی ومقدس جذبہ جن افراد کے دلوں میں جلوہ گر ہو وہ اپنے محبوب کے عیوب ونقائص پر نظر نہیں رکھتے اور اس کی ذات میں موجود عیب انہیں دکھائی ہی نہیں دیتا۔ لیکن بات اگر ایسے محبوب کی ہو جو مظہر کمالاتِ عالیہ ومنبع خصائص وافیہ ہو بلکہ حبیب ذاتِ صمدیہ ہو تو پھر اس کی ذات میں عیب ونقص کا پایا جانا ناممکن بلکہ محال ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق کائنات اور منبع کمالات جملہ انبیاء ورسل ہیں۔ جو خوبی یا کمال کسی بھی دوسرے نبی یا رسول میں پایا جاتا ہے وہ اسی طرح یا اس سے بہتر صورت میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پایا جاتا ہے اور یہی اکابرین امت کا مؤقف ومختار ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں:

''وکلھم من رسول اللہ ملتمس
غرفا من البحر او رشفا من الدیم''

یعنی تمام رسل وانبیاء علیہم السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر کرم سے ایک چلو اور عطا کی بارش کے چند چھینٹے طلب فرمانے والے ہیں۔

نبوت بھی اہم کمالات وفضائل میں سے سب سے عظیم ترین خوبی ووصف ہے۔ حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال ان کے بچپن کے اوائل میں عطا فرما دیا، لہٰذا یہ امر ضروری

ٹھہرا کہ وہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو کمالاتِ انبیاء علیہم السلام کے جامع ومنبع ہیں وہ بھی اپنے مبارک بچپن میں نبوت کے مقام پر فائز ہوں ورنہ ان کی عمر کے تقریباً چالیس سال حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی عمر مبارک کے چالیس برسوں سے معاذ اللہ کم تر ثابت ہوں گے۔ لہٰذا فریق مخالف کی اس تحقیق سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر مبارک گزارنے کے بعد نبوت کے منصب پر فائز کئے گئے' علماء وعوام اہل سنت و جماعت میں تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی کہ فریق مخالف کو کس بات نے یہ تحریک دی کہ اس مسئلہ کو اتنی ہوا دے اور جماعت اہل سنت میں تفریق واضطراب کا باعث بنے۔ تذبذب کے ان لمحات کے دوران مسرت وشادمانی کی اس وقت انتہا نہ رہی جب راقم نے فاضل نوجوان پروفیسر محمد عرفان قادری صاحب کی کتاب ''نبوت مصطفٰے ہر آن ہر لحظہ'' کا مطالعہ کیا۔ کتاب کیا ہے دلائل و براہین کا ایک بحر موجزن۔ ہر لفظ میں متانت و سنجیدگی' ہر بات میں وزن۔ آپ نے نہایت عمدہ اسلوب میں آقا علیہ السلام کی بچپن میں نبوت پر دلائل پیش کئے اور پھر اس مؤقف کے خلاف پیش کی جانے والی ہر ایک دلیل کا ردمسکت و بلیغ فرمایا۔

اس سے قبل آپ کے درجنوں رسائل و کتب انگلش واردو زبان میں اندرون ملک و بیرون ملک زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اس کاوش پر جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے علم وعمل وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین

غلام مرتضٰی ساقی

جولائی ۲۰۱۰ء

فتویٰ نمبرا

کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین درج ذیل مسائل کے متعلق

(۱) : کیا وھابیہ نجدیہ سعودیہ یا غیر سعودیہ عقائد رکھنے والے امام کے پیچھے اہل سنت و جماعت حنفی کی نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں؟

(۲) نبی الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم پیدائشی نبی تھے یا چالیس سال کی عمر شریف میں نبی ہوئے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

بینوا وتوجروا
المستفتی محمد کاشف اقبال مدنی
شاہکوٹ ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب ہو اللہ الموفق والصواب (۱) جو بھی بدعقیدہ بددین بدمذہب امام ہو اس کے پیچھے کسی سنی صحیح العقیدہ کی نماز نہیں ہوتی۔ امام محقق علی الاطلاق رضی اللہ عنہ فتح القدیر شرح ھدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم امام ابو یوسف، امام محمد رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں لاتجوز الصلوٰۃ خلف اھل الھواءِ یعنی بددینوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ لہٰذا کسی بدمذھب بددین بدعقیدہ امام کے پیچھے چاہے وہ نجدی سعودی ہو یا غیر نجدی غیر سعودی ہو اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد نمبر ا ص: ۲۸۷)

(۲) حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم نبی الانبیاء ختم المرسلین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اوّل نبی ہیں اور آخر بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ھُـــوَ

اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم ۔دوسرے مقام پرارشاد خداوندی ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءعلیہم السلام سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا عہد و میثاق لیا۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول نبی ہیں نیز ترمذی شریف کی حدیث بروایت سیدنا ابوہریرہ مروی ہے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت کب واجب ہوئی ؟ تو آپ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت جلد دوم میں فرمایا۔اِس عالم ظہور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: کنت نبیًا و آدم بین الروح وَالجسد یعنی میں اُس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اِنی عبداللہ وخاتم النبیین و آدم لمنجدل فی طِیْنِہٖ ۔بے شک میں عبداللہ اور آخری نبی اس وقت تھا جبکہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔اور لوگوں کی زبان پر یہ مشہور ہے کہ و آدم بین الماءِ والطین یعنی آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ لیکن محدثین فرماتے ہیں یہ لفظ مرتبہ صحت کو نہیں پہنچے، مگر معنی ایک ہے۔ بہ ہر تقدیر تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ہونا مراد ہے۔اگرچہ علم الٰہی میں تمام نبیوں کی نبوت ثابت اور مسلم ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت فرشتوں اور روحوں کے درمیان ظاہر اور معلوم تھی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت مخفی اور پوشیدہ تھی۔ بلکہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اِس جہان میں تمام نبیوں کی روحوں کی تربیت فرمانے والی اور اُن پر علوم الٰہیہ کو پہنچانے والی تھی (مدارج النبوت جلد دوم اردو ترجمہ صفحہ ۱۴)۔اِسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی رضویہ جلد نمبر ۳۰ صفحہ نمبر ۲۴۴ پر لکھتے ہیں۔کہ علامہ شمس الدین ابن جوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت مولیٰ المسلمین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: یَا اَبَا الحَسَنَ اَنَّ مُحَمَّدَ رَسُولُ رَبِّ العلمین و خاتم النبیین و قائد الغر المحجلین سید جمیع الانبیاء و المرسلین الذی تنبأ و آدم بین الماء والطین ۔اے ابوالحسن بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب العلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا تمام انبیاء والمرسلین کے سردار نبی ہوئے ۔جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے۔لہٰذا ان آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی تھے۔ عام طور پر یہ جومشہور ہے کہ نبوت چالیس سال کے عمر میں ہی ملتی ہے یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض انبیاء کرام کو بچپن میں نبوت دی گئی ہے جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی جب ان دو حضرات انبیاء کرام کو بچپن میں نبوت عطا ہوئی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ابتداً نبی ہونے میں کیا استحالہ ہے۔ جبکہ اس کے وقوع پر احادیث شاہد عادل ہیں۔ ہاں !اعلان نبوت اور تبلیغ کا حکم چالیس سال کی عمر میں دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، تفسیر تبیان القرآن، مدارج النبوت جلد دوم)

کتبہ

محمد رحمت اللہ

تصدیق

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ

فقیر ابوالصالح محمد بخش

جامعہ محدث اعظم رضا نگر، چنیوٹ

29-06-2009

فتویٰ نمبر۲

کیا فرماتے ہیں حضرات علماءِ کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کوئی کہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس (۴۰) سال سے پہلے نبی نہیں تھے۔اور آپ کو نبوت چالیس کے بعد ملی ہے۔
اس کے متعلق شرعی حکم اور فتویٰ صادر فرمائیں۔

السائل
قاری محمد شعیب رضوی ولد نذیر احمد
مدرسۃ البنات گلشن مدینہ رضویہ
پرتاب نگر رحمانیہ روڈ،فیصل آباد
2652073 / 0321-7824792

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین۔امابعد
مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی یہ ذکر ہے **عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی اوجبت لک النبوۃ قال و ادم بین الروح والجسد**۔رواہ ترمذی مشکوٰۃ:۵۱۳۸۔
بچپن میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیاً**:
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گھوارہ میں فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے کتاب عطا فرمائی اور نبی فرمایا۔واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

ابوالخلیل غفرلہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام
فیصل آباد

نوٹ:قرآن وحدیث سے بچپن سے نبوت ثابت ہے پھر اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو دماغ کا علاج کروائے۔

فتوی نمبر۳

محترم مفتی صاحب! السلام علیکم

دریافت طلب امر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت سے لے کر چالیس برس کی عمر مبارک سے قبل تک نبوت کے منصب پر فائز تھے یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

العارض

محمد عرفان بٹ

۱۷/اپریل ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ الجواب: مسئولہ صورت میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر مبارک سے پہلے بھی نبی تھے بلکہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت کہ آپ کی نبوت اس وقت سے ثابت جب حضرت آدم روح و جسد مبارک کے درمیان تھے۔ ترمذی شریف میں ہے **عن ابی هريرة قال ، قالوا يا رسول الله متى و جبت لك النبوة قال و ادم بين الروح و الجسد**، یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں: صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا: جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ تو حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ آپ چالیس سال کی عمر مبارک سے پہلے بھی نبی تھے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد تنویر القادری

(نائب مفتی) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

24-05-2009

حضرت علامہ مفتی محمد نعیم نقشبندی کا موقف

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حضور نبی اکرم شفیع معظم خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے۔ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی وصف نبوت سے متصف تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لاعرف حجراً بمکۃ کان یسلم علی قبل ان ابعث انی لاعرفہ الان رواہ مسلم

میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے قبل مجھے سلام کرتا تھا۔

(مشکوٰۃ، ص:۵۲۴)

بوقت ولادت باسعادت جوارہاصات رونما ہوئے اور کتب سابقہ میں جو علامات بتائی گئیں ان میں بہت سی علامات کا ظہور اس وقت میں ہوا مثلاً آسمان پر تارے کا طلوع وغیرہ وہ اس بات پر مشعر۔ مزید یہ کہ حضرت بحیرا راہب کا واقعہ، مدارج النبوت شریف میں حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ العزیز نے نقل فرمایا۔ اس میں یہ موجود ہے جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرا نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر وحجر کہہ رہا ہے **السلام علیک یا رسول اللہ** اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو اسی طرح پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اُس نے پڑھا تھا۔ بحیرا نے اُسے بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا۔ بحیرا ان میں سے ایک ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت علی قاری قدس سرہ الباری نے مرقاۃ المفاتیح میں **انی لاعرف حجراً بمکۃ الحدیث** حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا آپ نے فرمایا:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے واپس ہوئے جس درخت وپتھر کے پاس سے گزرتے وہ کہتا تھا **السلام علیک یا رسول اللہ**۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم، یکم شعبان ۱۴۳۱ھ

حضرت علامہ مفتی محمد جمیل رضوی کا موقف

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الكريم، امابعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا وجوب وثبوت تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل ہے۔

: عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قالو یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) متی وجبت لک النبوة قال و ادم بین الرّوح و الجسد رواه الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نبوت کب حاصل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس حال میں کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے۔

۲: عن العرباض بن سارية عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال انی عند الله مکتوب خاتم النبيين و ان آدم لمنجدل فی طينه الخ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ میں اللہ کے حضور اس وقت خاتم النبیین مکتوب تھا جب آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں مرتسم تھے۔

ان دونوں احادیث میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق آدم علیہ السلام سے قبل نبی ہونا لازم ہے اور یہی اہلسنت و جماعت کا مسلم و محقق مسلک ہے۔ جب سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بے مثال ہوئی نبوت عامہ کا ظہور بھی ساتھ ہوا ایسا نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جو نبوت مستقلہ تھی وہ نہ تھی۔ یہ وہابیہ زندیقہ خبیثہ ملحدہ کو ہی زیباں ہے جو ۴۰ سال کے بعد نبوت کے قائل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خلقی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم ۔(پ ۳)

اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء (کرام) سے پختہ وعدہ لیا الخ۔

اس آیت شریفہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پیدائشی ہے کوئی شخص بھی اس آیت کریمہ کی مغایرت میں نہیں دکھا سکتا کہ جب آپ کی تخلیق ہوئی تو (معاذ اللہ) نبی نہ تھے۔ نفی نبوت کے دلائل آیات واحادیث میں قطعاً نہیں فقط مخرفین و متعصبین کی ہٹ دھرمی ہے۔ نہ معلوم پیدائشی نبی کی نفی کرنے میں مخالفین کو شان نبوت سے کیا عناد ہے۔ آیت شریفہ میں انبیاء کی نبوت کا اثبات ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بیان ہے۔ ہر رسول نبی ضرور ہے۔

نیز عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے:

انی عبداللہ اتنی الکتاب و جعلنی نبیا۔

بلاشبہ میں اللہ کا بندہ خاص ہوں مجھے کتاب (انجیل) عطا ہوئی اور مجھے نبی بنایا گیا۔

یہ اعلان حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایام آغاز میں فرمایا جب آپ مہد میں تھے۔ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے کہ سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تمام مرسلین و انبیاء سے ذات و صفات میں افضل ہیں۔

جب عیسیٰ علیہ السلام طفولیت میں اعلان نبوت فرما رہے ہیں تو نبی کا ہر لحظہ ولمحہ تمام کائنات کے غیر انبیاء کے اعمال و کردار سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اگر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدائشی نبی مانا جائے اور سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال بعد نبی تسلیم کیا جائے تو بقول معارضین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس سال (معاذ اللہ) عیسیٰ علیہ السلام سے کمتر ہیں یہی وہابیہ غیر طاہرہ کا عقیدہ ہے۔

نیز نبوت اعمال و معاملات سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ فضل خداوندی سے ہے۔

نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی ورسول سے افضل ہے تمام انبیاء سے حضور کی رسالت افضل آپ کی نبوت اول وافضل ہے۔

ابومحمد جیلانی
رئیس: مرکز مدرسین
جامعہ بریلی شریف شیخوپورہ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے زمین کی تخلیق فرمائی اور اسے بنی نوع انسان، جو کہ شاہکار قدرت الہیہ بھی ہے اور اشرف المخلوقات بھی، سے زینت بخشی۔ اس کاروان نوع انسانی کو بہ حفاظت اس کی آخری منزل مقصود یعنی ہر قسم کی نعمتوں، آسائشوں، راحتوں اور مسرتوں کی سرزمین جنت الفردوس میں پہنچانے اور اذیتوں، مایوسیوں اور ہولناک سزاؤں کی آماجگاہ یعنی جہنم سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم تاریخ عالم کے مختلف ادوار میں مبعوث فرمائے۔

اس عالم اجساد میں رشد و ہدایت کے ان تاباں و درخشاں ستاروں کی تشریف آوری کا سلسلہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور آخر میں سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے کے لیے سلسلہ نبوت اور رسالت کے آخری مہکتے پھول خاتم الانبیاء، امام الانبیاء، قائد المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جو جامع کمالات انبیاء بھی تھے اور پیکر خصائص رسل بھی۔

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

عالم اجساد میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو نبوت سے نوازا گیا لیکن اگر اولیت حقیقی دیکھی جائے تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو تخلیق فرمایا پھر نورِ مجسم، شفیع معظم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت منصب نبوت سے سرفراز فرمایا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک

اس جہاں گیر بعثت پہ لاکھوں سلام

یہ مسئلہ کہ آقاءِ دو جہاں، سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے منصب نبوت پر فائز کیا گیا اور بعثت و شریعت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین کے خاتم ہیں اس قدر واضح اور شہرت کا حامل ہے کہ علماء تو علماء عوام الناس کو بھی اس میں کوئی ابہام وتشکیک نہیں۔ مگر شومئ قسمت کہ کچھ عرصہ قبل ایک مضمون مطالعہ کے لیے ملا جس میں ہمارے ایک معزز عالم صاحب نے اس موقف سے راہ اعتزال اختیار کرتے ہوئے یہ تحقیق پیش کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت پاک سے لے کر چالیس برس تک نبی نہیں تھے بلکہ صرف مومن تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت مبارکہ سے چالیس برس بعد نبی بنایا گیا۔ راقم الحروف کو سخت حیرت ہوئی کہ مولانا کو بیٹھے بٹھائے یہ کیا سوجھی کہ انھوں نے خواہ مخواہ پہلے ہی سے پریشان حال عوام کے انتشار واضطراب کے لیے خاطر خواہ سامان اپنے مضمون میں جمع کر دیا۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی

ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

مولانا صاحب کے پاس اگر فرصت کے اتنے لمحات تھے تو ایک ظنی مسئلہ پر طبع آزمائی کے بجائے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے خلاف کاسہ لیسیوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف فتنہ پرور لوگوں کا رد بالغ کرتے۔ اسی طرح سے ان دشمنان اسلام کا منہ توڑ ومسکت جواب دیتے جو ''تصور جہاد''، مرتد کی سزا''، ''آزادی نظر وفکر''، ''اسلامی سزائیں''، ''حد رجم''، ''پردہ'' ایسے موضوعات پر عقلی دلائل سے اسلام کی تعلیمات کا معاذ اللہ تمسخر اڑاتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

راقم الحروف کے دوست احباب نے اصرار فرمایا کہ میں اس مضمون کا جائزہ لوں جو مولانا

شعیب اور علامہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب کی تحقیقات پر مبنی ہے اور اس کا مناسب جواب لکھوں۔ لہٰذا گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران اس کام کا آغاز کیا اور شب و روز کی مصروفیات کے باوجود ایک مختصر سے عرصہ میں اس مضمون کا جواب لکھ دیا اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کسی پر بے جا تنقید نہ کی جائے۔

میں مولانا شہزاد صاحب (لائبریرین جامعہ نظامیہ لاہور) کا خاص طورِ پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے مجھے لائبریری کی کتب سے استفادہ کی مکمل اجازت بلکہ آزادی دی اور بعض اوقات مجھے میری مطلوبہ کتاب تلاش کر کے فراہم کرتے۔

بندہ ناچیز نے حوالہ جات نقل کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے لیکن اگر بتقاضہ بشری کوئی لفظی یا فکری غلطی موجود ہو تو معزز قارئین ضرور بہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔ حق وصواب قبول کرنے میں تاخیر و کوتاہی نہیں برتی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اے الہ العالمین! میری، میرے والدین، میرے شیخ طریقت، میرے اہل و عیال، میرے بہن بھائیوں، میرے اساتذہ، میرے احباب، میرے قارئین اور مضمونِ ھٰذا کے ناشرین کی اپنے فضل سے مغفرت فرما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرما اور ہم سب کو دنیا اور آخرت کے مصائب و پریشانیوں سے محفوظ فرما۔ آمین

ضروری گزارش: آخر میں میری تمام مسلمان بہن بھائیوں سے گزارش ہے کہ اگر میں نے دانستہ یا غیر دانستہ آپ میں کسی کی دل آزاری کی ہو یا حق تلفی کی ہو جس کا آپ کو علم ہے یا آپ اس سے بے خبر ہیں تو میں آپ سب سے معذرت کی درخواست کرتا ہوں۔ لہٰذا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک کے صدقہ میں معاف فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم نیکی کے بدلے آپ کو آقاءِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ آمین

نوٹ: حال ہی میں اس مسئلہ پر شیخ الحدیث حضرت علامہ اشرف سیالوی دامت برکاتھم

العالیہ کی کتاب ''تحقیقات'' منظر عام پر آئی ہے۔اس کتاب کے آخر میں کتاب ''تحقیقات'' کا مختصر مگر جامع جائزہ لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

دلیل اول:

قارئین محتشم!

اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم بچپن میں کیا گیا کلام نقل فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (پارہ:۱۶، سورۃ مریم، آیت: ۳۰)

''بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا''۔(ترجمہ: کنزالایمان شریف)

اس آیت مبارکہ سے دلالۃ النص سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بچپن مبارک میں نبی تھے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بچپن شریف میں ہی نبوت عطا فرمادی تو اصل کائنات، امام انبیاء، منبع کمالات انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بہ طریق اولیٰ اپنے مبارک بچپن میں اس منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ کتب اصول فقہ میں دلالۃ النص سے استدلال کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ قارئین کے ذوق کی تسکین کے لیے ہم صرف دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو اُف کہنے سے منع فرمایا ہے۔ اب ایک شخص اگر اپنے والدین کو زدوکوب کرے اور کہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے منع فرمایا اور جس کا اعلان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ''اف'' کہنا ہے، زدوکوب اور مار کٹائی سے قرآن پاک نے کب منع کیا ہے تو اس ظالم و معاند شخص کو کہا جائے گا کہ ''اف'' کہنے میں والدین کی کم سے کم دل آزاری و توہین ہے اور ان کو مارنے میں ان کی بہت

زیادہ دل آزاری و ذلت ہے۔ لہٰذا یہ کام بہ طریق اولیٰ حرام قرار پائے گا۔

اسی طرح اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ جب جمعہ و عرفہ کے ایام چند نعمتوں کی وجہ سے ''عید'' قرار پاتے ہیں تو بارہ ربیع الاوّل جس دن ہمیں کائنات کی سب سے عظیم نعمت حاصل ہوئی وہ بھی بہ طریق اولیٰ عید قرار پائے گا۔ نیز اس آیت مبارکہ سے دلالۃ النص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں نبی ہونا صاحب مضمون نے بہ ذات خود تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، (مضمون، ص: ۲۵) یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ہم محض دلالۃ النص سے استدلال نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس موقف کے اثبات کے لیے احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

اب آیئے ملاحظہ فرمائیں دلالۃ النص سے دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام میں پائی جانے والی عظمتوں اور رفعتوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اثبات کن کن محقق علماء نے کیا ہے:

- مجدد وقت امام احمد رضا خان (المتوفی: ۱۳۴۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

''الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کو اس کی مثل اور اس سے امثل عطا نہ ہوئی''۔ (شمول الاسلام، ص: ۳۱)

- مزید فرماتے ہیں:

''اس لیے اولیائے کاملین وعلمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض وسماء میں، اُولیٰ وآخرت میں، دنیا ودین میں، روح وجسم میں، چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی جو نعمت ودولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی''۔ (تجلی الیقین، ص: ۱۸)

- یہی امام ''حدائق بخشش'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

- غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی تحریر فرماتے ہیں:

''اظہار کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علمائے امت کا ہمیشہ یہ مسلک رہا ہے کہ جب انہوں نے کسی فرد مخلوق میں کوئی ایسا کمال پایا جواز روئے دلیل بہ ہیئت مخصوصہ اس کے ساتھ مختص نہیں تو اس کمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس بناء پر تسلیم کرلیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے وجود اور اس کے ہر کمال کی اصل ہیں۔ جو کمال اصل میں نہ ہو فرع میں نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا فرع میں ایک کمال پایا جانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصل میں یہ کمال ضرور ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ اصول بالکل صحیح ہے۔ معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب فرع کا ہر کمال اصل سے مستفاد ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک کمال فرع میں ہو اور اصل میں نہ ہو''۔ (مقالات کاظمی، ج:۲، ص:۲۶۲)

ناظرین محترم! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت مل جانا ایک کمال، کرامت، آیت ونعمت عظمیٰ ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا عبارات کی روشنی میں یہ نعمت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یقینی طور پر ثابت و متحقق ہے۔

- مولانا غلام نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں:

''نیز ہمارا دعویٰ تو قرآن سے بطور دلالۃ النص ثابت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کا علم اتنا وسیع ہے تو ان کے آقا کا علم کتنا وسیع ہوگا''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج:۱، ص:۲۵۶)

- یہی مولانا مزید لکھتے ہیں:

''مولوی قاسم نانوتوی صاحب ''تحذیر الناس'' میں فرماتے ہیں کہ کسی اور نبی میں کوئی کمال ذاتی نہیں جو کچھ ہے ظل وعکس محمدی ہے''۔ قصائد قاسمی میں فرماتے ہیں:

انبیاء کے سارے کمال ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

اپنے قاسم العلوم والخیرات کی وہ باتیں بھی ماننی چاہییں جن سے شان رسالت ظاہر ہو۔

صرف خاتم النبیین کے معنی میں تبدیلی والی بات مانی جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿اولئک الذین ھدی اللہ فبھدھم اقتدہ﴾ اس آیت کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء میں جو کمال فرداً فرداً تھے وہ سب حضور علیہ السلام میں جمع ہیں اگر امام رازی کی بات نہیں مانتے تو اپنے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی کی بات مان لیں۔ وہ اپنی کتاب ''شہاب ثاقب'' میں حضور علیہ السلام کے بارے میں اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ یہ جملہ حضرات ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود افضل الخلائق و خاتم النبیین ماننے کے آپ کو جملہ کمالات کے لیے اہل عالم کے واسطے واسطہ مانتے ہیں یعنی جملہ کمالاتِ خلائق علمی ہوں یا عملی، نبوت ہو یا رسالت، صدیقیت ہو یا شہادت، سخاوت ہو یا شجاعت، علم ہو یا مروت، عزت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ سب کے ساتھ اولاً و بالذات آپ کی ذات والا صفات جناب باری عز شانہ کی جانب سے متصف کی گئی ہے اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے ہزاروں آئینوں میں بلکہ وجود جو کہ اصل کمالات کی ہے اس کی نسبت بھی ان حضرات کا یہی عقیدہ ہے۔ (شہاب ثاقب، ص:۵۴)

جب بقول اکابر دیوبند ہر کمال کے ساتھ حضرت علیہ السلام بالذات متصف ہیں اور باقی جس مخلوق کے اندر کمال ہے وہ اس کمال سے بالعرض متصف ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ روئے زمین کا محیط علم ملک الموت کو تو ہو لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماننا شرک ہے۔

بالعرض جو کسی صفت سے متصف ہوتا ہے۔ اس کا یہ اتصاف مجازی ہوتا ہے اور جو بالذات متصف ہوتا ہے اس کا اتصاف حقیقی ہوتا ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ جس کا اتصاف مجازی ہو اس کے لیے تو کمالات تسلیم کیے جائیں اور جس کا اتصاف حقیقی ہو اس کے لیے انکار کر دیا جائے۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص:۲۵۹-۲۵۸)

مولانا صاحب! کیا دلالۃ النص سے علمی فضیلت ہی ثابت ہوتی ہے؟ کیا اس طرح مذکورہ

بالا آیت سے نبوت کا بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اثبات کرنا ناجائز و ناروا و باطل ہے؟ اگر ہے تو دلیل پیش کریں اور اگر نہیں تو اپنے اس موقف پر نظر ثانی فرمائیں۔

آیئے اب ہم یہاں شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی کی تحقیقات پیش کریں جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضائل وفوائد کمالات انبیاء کرام اور معجزات و خصائص رسل عظام علیہم السلام کا جامع ثابت فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں آپ لکھتے ہیں:

''ان قرائن کے علاوہ اگر فی الواقع ان تمام فضائل و کمالات اور منازل و درجات کو دیکھا جائے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمایا ہے تو اس اعتراف و اقرار کے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے الوہیت و معبودیت کے علاوہ ہر وصفِ کمال اور خلقِ حسن جو بھی کسی مخلوق کے شایانِ شان ہو سکتا ہے علی الوجہ الاتم والاکمل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہے اور تمام مخلوقات میں فرداً فرداً جو کمالات موجود تھے وہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یکجا فرما دیئے بلکہ ایسے مراتب و درجات پر فائز فرمایا جو اور کسی فرد کے لیے ممکن ہی نہیں ہیں۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی
صفحۂ دہر پہ صورت گر ہستی نے امیر
ان کی تصویر وہ کھینچی کہ قلم ٹوٹ گئے

آنحضور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع جمیع کمالاتِ انبیاء ہونا ہم قدرے بسط سے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں چند اکابر کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ملا علی القاری محققِ حنفیہ نے فرمایا: وانغمس صلی اللہ علیہ وسلم فی اخلاق الانبیاء لیقتبسوھا منه وقد افصح به البوصیری۔

وکـل ای اتـی الـرسـل الـکـرام بهـا

فـانـمـا اتـصـلـت مـن نـوره بهـم

وکـلهـم مـن رسـول الله مـلـتـمـس

غـرفـا مـن الـبـحـر اورشـفـا مـن الـدیـم

نبی الرحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اخلاق اور کمالاتِ انبیاء علیہم السلام کو اپنے اندر جمع فرمالیا اوران کے بحرِ اوصاف میں غوطہ لگا کر ان کے کمالات کو اپنے اندر جمع کرلیا تا کہ وہ اپنا اپنا حصہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ جودونوال سے حاصل کرسکیں اور امام شرف الدین بوصیری نے اس منصبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”جتنے بھی آیات و معجزات اور کرامات و کمالات انبیاء کرام علیہم السلام لے کر دنیا میں تشریف لائے وہ سب نورِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہی انہیں نصیب ہوئے ہیں اور انبیاء ورسل میں سے ہر ایک رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بحرِ کرم میں سے ایک چلو اور بارانِ رحمت کے ایک چھینٹے کا خواہش منداور خواستگار ہے۔

امام رازی نے اولـئک الـذین هدی الله فبهدهم اقتده کے تحت تفسیر کبیر میں فرمایا کہ اللہ کریم نے انبیاء کرام کے اوصاف و کمالات اور ان کی سیرت طیبہ کو بیان کرکے اپنے حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان تمام کی سیرت اور اخلاق اپنے اندر جمع کرلیں اور ان سب کی خوبیوں کو اپنا لیں اور جو کمالات ان میں متفرق طور پر موجود ہیں وہ اپنے اندر جمع کریں اور یہ ممکن نہیں کہ امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو پورا نہ کریں اور اس ارشاد کی تعمیل نہ کریں لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام کمالات اور اخلاق جو رسل کرام میں فرداً فرداً پائے گئے ہیں وہ سارے کے سارے اجتماعی طور پر اس عرش نشین نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ:

والمرادمنہ الاقتداء بکل منھم فیما اختص بہ من الخلق الکریم (الٰی) فکانہ امر بجمع جمیع ما کان متفرقا فیھم قال بعض العارفین۔

لکل نبی فی الانام فضیلۃ

وجملتھا مجموعۃ لمحمد

اس آیت کریمہ میں حکم یہ ہے کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے مخصوص خلق کریم اور وصفِ عظیم کی اقتداء کرو پس گویا کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو کمالات ان میں متفرق طور پر موجود ہیں انہیں اپنے اندر جمع کرلو اور بعض عارفین نے فرمایا کہ جو بھی ہستی اللہ کی طرف سے نبی بن کر مخلوق میں ظاہر ہوئی انہیں ایک خاص فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا لیکن وہ ساری فضیلتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجموعی طور پر موجود و متحقق ہیں۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

جمع فیہ سائر الکمالات الباطنۃ والظاھرۃ وجعلہ امام الکل المفضل علیھم والممدلھم فی الدنیا والأخرۃ۔

''اللہ تعالیٰ نے کمالاتِ ظاہرہ و باطنہ اپنے محبوبِ کریم میں جمع فرمادیئے ہیں اور آپ کو سب کا امام اور سب سے افضل بنایا اور سارے پیغمبروں کے لیے دنیا و آخرت میں معاون اور فیض رسان بنایا۔''

عارف تجانی فاسی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

لما خلق اللہ الحقیقۃ المحمدیۃ اودع فیھا سبحانہ و تعالٰی جمیع ماقسمہ لخلقہ من فیوض العلوم والمعارف و الاسرار والتجلیات والانوار و الحقائق بجمیع احکامھا و مقتضیاتھا ولوازمھا و کل ماادرکہ جمیع الموجودات من

العلوم والمعارف والفیوضات والتجلیات والترقیات والاحوال والمقامات والاخلاق انما هو کله من فیض الحقیقة المحمدیة۔

''جب اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ کو پیدا فرمایا تو اس میں وہ تمام علوم ومعارف، اسرار و تجلیات اورانوار وحقائق بمع جمیع احکام اورلوازمات ومقتضیات جمع فرمادیئے جو کسی بھی مخلوق کے لیے متعین ومقرر فرمائے تھے اور تمام موجودات ومخلوقات نے جتنے علوم ومعارف اور فیوض و برکات، تجلیات وترقیات اوراحوال واخلاق اور مقامات و درجات حاصل کئے ہیں وہ سب حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا فیض ہے۔''

لاوَرَبِّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

عارف باللہ حضرت الشیخ عبدالکریم الجیلی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

فهو معدن الکمالات للعالم ظاهرها وباطنها فمحسوسات العالم تستمد من ظاهره ومعقولات العالم تستمد من باطنه فعالم الشهادة فیض ظاهره عالم الغیب فیض باطنه۔

''رسول العالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے کمالاتِ ظاہرہ و باطنہ کے لیے معدن ہیں۔ عالم کے محسوسات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر سے مستفیض ومستفید ہیں اور معقولاتِ عالم آپ کے باطن سے سرشار وفیض یاب ہورہے ہیں لہٰذا عالم شہادت ان کا فیضِ ظاہر ہے اور عالمِ غیب ان کا فیض باطن ہے۔'' (کوثر الخیرات، ص: ۳۱۳-۳۱۰)

لیکن مولانا کو یہ محققانہ طریقہ استدلال باوجود اس کے کہ وہ خود اسے مانتے بھی ہیں قطعا پسند نہ آیا لہٰذا انہوں نے اس پر چند ایرادات پیش کیے ہیں:

۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں نبی ہونا محقق علماء کے نزدیک ثابت نہیں۔

۲: ایک نبی کو دوسرے نبی پر جزوی فضیلت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضیلت ثابت ہے۔

مکرم قارئین! آیئے پہلے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن مبارک میں نبی ہونا محقق علماء کے نزدیک متحقق ہے یا نہیں۔

۱: علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی (المتوفی:۷۵۴ھ) لکھتے ہیں:

اِنَّہٗ تَعَالٰی نَبَّأَہٗ حَالَ طَفُوْلَتِہٖ اَکْمَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَقْلَہٗ وَاسْتَنْبَأَہٗ طِفْلاً۔

(النہر الماد: ج:۲، ص:۳۸۷)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے انہیں بچپن میں ہی نبوت عطا فرمائی، ان کی عقل کو محکم کیا اور انہیں نبی بنایا جبکہ آپ علیہ السلام ابھی بچے تھے''۔

۲: معتزلہ کے علامہ محمد بن عمر زمخشری (المتوفی:۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

اَکْمَلَ اللّٰہُ عَقْلَہٗ وَاسْتَنْبَأَہٗ طِفْلاً نَظَرًا فِیْ ظَاھِرِ الْاٰیَۃِ۔

(کشاف، ج:۳، ص: ۵۱۷)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو کامل بنا دیا اور انہیں بچپن میں نبی بنا دیا''۔ آیت کے ظاہر کو پیش نظر رکھتے ہوئے (یہی ثابت ہوتا ہے)۔

۳: شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل (المتوفی:۱۲۰۴ھ) لکھتے ہیں:

اِنَّہٗ نَبِیٌّ فِی الْمَھْدِ کَیَحْیٰی فَالْمَاضِیُ عَلٰی حَالِہٖ۔

(الفتوحات الالھیہ، ج:۵، ص:۱۹)

ترجمہ: ''بے شک آپ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح مہد میں ہی نبی تھے۔ یہاں ماضی اپنے حال پر ہے۔

۴: امام فخر الدین رازی (المتوفی:۶۰۶ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَقَوْلُہٗ ﴿اٰتَانِیَ الْکِتَابَ﴾ یَدُلُّ عَلٰی کَوْنِہٖ نَبِیًّا فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ فَوَجَبَ

اِجْرَاؤُہٗ عَلٰی ظَاہِرِہٖ۔ (کبیر، ج: ۲۱، ص: ۱۸۳)

ترجمہ: آپ علیہ السلام کا ارشاد ''مجھے کتاب عطا ہوئی'' اسی وقت (بچپن میں) آپ علیہ السلام کے نبی ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر پر اس کا اجراء واجب ہے۔

۵: علامہ اسماعیل حقی حنفی (المتوفی: ۱۱۳۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰی اَنَّ عِیْسٰی آتَاهُ اللّٰهُ الْاِنْجِیْلَ وَالنُّبُوَّةَ فِی الطُّفُوْلِیَّةِ وَکَانَ یَعْقُلُ عَقْلَ الرَّجُلِ کَمَا فِیْ بَحْرِ الْعُلُوْم ...... (روح البیان، ج: ۵، ص: ۳۳۱)

ترجمہ: جمہور کا موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں انجیل اور نبوت عطا فرمائی اور آپ آدمی کی طرح کامل العقل ہو گئے جیسا کہ بحر العلوم میں ہے۔

۶: علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی (المتوفی: ۳۷۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَیْ اَکْرَمَنِی اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَنَّ جَعَلَنِیْ نَبِیاً۔ (سمرقندی، ج: ۲، ص: ۳۲۳)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر مجھ پر کرم فرمایا۔

۷: علامہ احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِنَّ عِیْسٰی کَمَا مَرَّ نُبِّیَ فِیْ سِنِّ الصِّبَا۔ (عنایۃ القاضی، ج: ۸، ص: ۴۰۷)

ترجمہ: بے شک عیسیٰ علیہ السلام کو جیسا کہ گزر چکا بچپن میں ہی نبی بنا دیا گیا تھا۔

۸: علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی (المتوفی: ۹۵۱ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ الْاِمَامُ هٰذَا یَشْکُلُ بِعِیْسٰی عَلَیْهِ الصلوٰۃُ وَالسَّلَامُ فَاِنَّهٗ تَعَالٰی جَعَلَهٗ نَبِیاً مِنْ اَوَّلِ الصَّبِیِّ۔ (حاشیہ شیخ زادہ، ج: ۷، ص: ۵۵۹)

ترجمہ: امام نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشکل ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں بچپن کے اوائل ہی میں نبی بنا دیا۔

۹: حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی: ۷۷۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ: کَانَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ قَدْدَرَسَ التَّوْرَاۃَ وَاَحْکَمَھَا وَھُوَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ، فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ ﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴾۔(تفسیر القرآن (ابن کثیر)، ج:۳، ص:۱۲۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کے بطنِ اطہر ہی میں تورات شریف اچھی طرح سیکھ لی تھی۔ یہی اللہ تعالیٰ کے فرمان کا معنی ہے۔ میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) بنایا۔

۱۰: امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم (المتوفی: ۳۲۷ھ) سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے روایت فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں ہی انجیل سیکھ لی تھی اور اسے محکم کرلیا تھا۔'' (تفسیر ابن ابی حاتم، ج:۷، ص:۲۴۰۸)

نوٹ: حیرت ہے کہ اس صحیح وصریح حدیث کے باوجود مولانا اپنی منطق دانی پر انحصار کررہے ہیں اور کہتے ہیں کہ پنگھوڑے میں کتاب کہاں تھی۔

یہی عبارت علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) اور علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) نے بھی تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۱: روح المعانی، جز:۱۶، ص:۵۴۴

۱۲: درمنثور، ج:۵، ص:۴۴۸

۱۳: علامہ آلوسی علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

وَقِیْلَ اَکْمَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَقْلاً وَاسْتَنْبَأَہٗ طِفْلاً وَرُوِیَ ذٰلِکَ عَنِ الْحَسَنِ۔

(حوالہ مذکورہ)

ترجمہ: اور کہا گیا اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو کامل کیا اور آپ علیہ السلام کو اس حال میں نبی بنایا کہ آپ علیہ السلام ابھی بچے تھے اور یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۱۴: علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین (المتوفی: ۷۲۸ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

وَقِيلَ اَكْمَلَ اللّٰهُ عَقْلَهٗ وَاسْتَنْبَأَهٗ طِفْلاً بَلْ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ......وَالْاَوَّلُ اَظْهَرُ۔

(غرائب القرآن، ج:۱۶، ص:۵۲)

ترجمہ: اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو کامل کر دیا اور ان کو نبی بنایا جبکہ آپ علیہ السلام ابھی بچے ہی تھے بلکہ اپنی والدہ کے بطنِ اطہر میں تھے...... اور پہلا قول (یعنی بچپن میں نبوت والا) اظہر ہے۔

۱۵: امام ابو محمد الحسین بن مسعود (المتوفی: ۵۱۶ھ)

۱۶: علامہ عمر علی بن عادل (المتوفی: ۸۸۰ھ) اپنی تفسیر ''لباب'' میں

۱۷: علامہ الخطیب شربینی (المتوفی: ۹۷۷ھ) السراج المنیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْاَكْثَرُوْنَ اُوْتِيَ الْاِنْجِيْلَ وَهُوَ صَغِيْرٌ طِفْلٌ''۔

(بغوی، ج:۳، ص: ۱۶۳)

(لباب فی علوم الکتاب، ج:۱۳، ص: ۵۸)

(السراج المنیر، ج:۲، ص:۴۶۸)

ترجمہ: اکثر نے کہا کہ آپ علیہ السلام ابھی بچے ہی تھے جب انہیں انجیل عطا ہوئی۔

۱۸: امام بیضاوی (المتوفی: ۷۹۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَقِيلَ اَكْمَلَ اللّٰهُ عَقْلَهٗ وَاسْتَنْبَأَهٗ طِفْلاً۔ (ج:۴، ص:۱۴)

اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو محکم فرما دیا اور انہیں نبی بنا دیا جبکہ آپ علیہ السلام ابھی بچے ہی تھے۔

۱۹: علامہ علی بن محمد خازن (المتوفی: ۷۲۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْاَکْثَرُوْنَ اِنَّہٗ اُوْتِیَ الْاِنْجِیْلَ وَھُوَ صَغِیْرٌ وَکَانَ یَعْقِلُ الرِّجَالَ الْکُمَّلَ وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّہٗ اُلْھِمَ التُّوْرَاۃَ وَھُوَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔

اکثر (محققین) نے کہا ہے کہ ابھی وہ بچے ہی تھے جب انہیں انجیل عطا ہوئی اور وہ کامل آدمی کی طرح کامل العقل ہو گئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اپنی والدہ کے بطن میں تھے کہ آپ علیہ السلام کو تورات شریف الہام کر دی گئی۔

(خازن: جلد ۳، ص ۱۸۷)

۲۰: علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی (المتوفی: ۵۹۷ھ) بیان فرماتے ہیں:

اَنَّہٗ آتَاہُ الْکِتَابَ وَھُوَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ، قَالَہٗ اَبُوْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(زاد المسیر، ج۵، ص ۲۲۹)

ترجمہ: ابوصالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ انہیں ماں کے بطنِ اطہر میں کتاب عطا فرمادی گئی۔

۲۱: علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (المتوفی: ۷۹۱ھ) لکھتے ہیں۔

مِنْ شُرُوْطِ النُّبُوَّۃِ الذُّکُوْرَۃُ وَکَمَالُ الْعَقْلِ وَالذَّکَاءِ وَالْفِطْنَۃِ وَقُوَّۃُ الرَّأیِ وَلَوْفِی الصَّبِیِّ کَعِیْسٰی وَیَحْیٰی۔ (شرح المقاصد، ص ۱۹۸)

ترجمہ: نبوت کی شرائط میں سے مرد ہونا، عقل، ذکاء، فطانت اور قوت رائے میں کامل ہونا ہے اگرچہ بچپن ہی میں ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و یحییٰ علیہ السلام کے لیے تھا۔

۲۲: امام احمد رضا خان (المتوفی: ۱۳۴۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

''اِنھیں ماں کے پیٹ یا گود میں کتاب عطا فرمائی، نبوت دی گئی۔''

قال انی عبداللّٰہ اٰتٰنِیَ الکتٰب و جعلنی نبیا۔

(الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، ص:۷)

۲۳: مولانا صاحب بہ ذاتِ خود لکھتے ہیں: علامہ تجانی فاسی علیہ الرحمہ کے جواہر نقل کرتے ہوئے شیخ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت بچپن میں ملی تھی۔ (ص ۲۵)

تعجب ہے مولانا دوسروں کو تو یہ تلقین کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد کی یہ بات مانتی ہے تو اس کی فلاں بات بھی تسلیم کرو کیونکہ یہ بات بھی انھوں نے لکھی ہے لیکن جب ان کی اپنی باری آتی ہے تو اپنے ہی وضع کردہ اس قانون کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں۔ دیکھئے، عاشقِ رسول سید یوسف بن اسماعیل نبہانی کی یہ بات تو انھوں نے مان لی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت چالیس برس بعد عطا ہوئی لیکن اِنھی عاشق رسول کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بچپن میں نبوت والے قول کے متعلق تشویش وتشکیک کا اظہار کرتے ہیں۔ (لماتقولون مالا تفعلون)

الغرض اب تک کی گفتگو سے معزز قارئین پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن مبارک میں نبوت مل جانے کے بارے میں محققین کی آراء کیا ہیں۔

جُزی فضیلت:

پھر مولانا نے چند ایک مثالیں پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک دوسرے پر کسی ایک وصف میں جزی فضیلت ہوسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہماری گزارش یہ ہے کہ جزی فضیلت ہوسکنے اور جزی فضیلت ہونے میں بہت فرق ہے۔ ہمارے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس صفت کے لحاظ سے بھی ہمارے نبی پر جزی فضیلت حاصل نہیں کیونکہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس بچپن میں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے نبوت کے عظیم منصب پر فائز تھے جس کا ثبوت آپ اگلے صفحات پر ان شاء اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں گے۔

بہر حال مولانا کی یہ تاویل بہ ذاتِ خود مولانا کے لیے ضرور بہ ضرور مضر اور شجرِ زقوم کی طرح کڑوی و نا قابل ہضم ثابت ہوگی کیونکہ ان کے ممدوح علامہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب نے ''عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں مولوی سرفراز گھکڑوی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اگر کوئی عیسائی، دیوبندیوں سے کہے کہ ہمارے نبی کی شان تمہارا قرآن بیان کر رہا ہے کہ وہ گھروں میں چھپی ہوئی چیزوں کی خبر دیتے تھے اور جو کچھ لوگ کھا کر آئیں اس کی خبر بھی دیتے تھے جبکہ تم جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہو انہیں تو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے لہٰذا ہمارا مذہب قبول کر لو تو کیا جواب دو گے؟ کیا قرآن کی اس آیت کا انکار کرو گے (**انبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم**) "جو کچھ تم گھروں سے کھا کر آتے ہو اور جو کچھ گھروں میں چھپا کر آتے ہو میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ شرم کرو عیسائیت کی راہ ہموار نہ کرو، توبہ کرو۔''

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۲۴۴-۲۴۵)

مولانا صاحب! اگر کمالاتِ نبوت میں سے ایک کمال علمِ غیب کی ایک نوع کے انکار سے عیسائیت کی راہ ہموار ہوتی ہے تو پھر نبوت جو تمام اوصاف عالیہ کا سرچشمہ ہے کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چالیس سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اثبات عیسائیت کی عظیم شاہراہ کیوں ہموار نہیں کرے گا۔

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

صاحب مضمون مزید لکھتے ہیں:

''دوسری بات یہ ہے کہ علامہ تجانی فاسی علیہ الرحمۃ کے جواہر کو نقل کرتے ہوئے شیخ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت بچپن میں ملی تھی تو اس وجہ سے کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے نفخ سے پیدا ہوئے تھے تو ان میں بشری طاقت بھی

تھی اور ملکوتی بھی حالانکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس طرح کسی نے بھی نہیں لکھا۔"

جواب: اس مقام پر بھی مولانا شعیب صاحب نے زبردست ٹھوکر کھائی ہے اور بڑی دیدہ دلیری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو معاذ اللہ گھٹانے کی ناکام جسارت کی ہے لیکن یاد رکھیے:

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

اگر نفخ جبریل علیہ السلام سے بشری اور ملکوتی قوتیں اتنی بڑھ گئیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت عطا فرما دی گئی تو پھر نورِ مجسم، شفیعِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتوں، عظمتوں اور رفعتوں کا کیا مقام ہوگا جن کے نورِ پاک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث شریف:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے خبر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ۔

(المواهب اللدنيه مع شرح الزرقاني، ج: ۱، ص: ۵۵، مصنف عبدالرزاق، تاريخ الخميس، ج: ۱، ص: ۱۹، روح المعاني، ج: ۱۷، ص: ۱۰۵).

ترجمہ: اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَىْ مِنْ نُوْرٍ هُوَ ذَاتُه، لَا بِمَعْنٰى اَنَّهَا مَادَّة، خُلِقَ نُوْرُه مِنْهَا، بَلْ بِمَعْنٰى تَعَلُّقِ الْاِرَادَةِ بِهٖ بِلَا وَاسِطَةِ شَيْءٍ فِيْ وُجُوْدِهٖ۔ (شرح المواهب اللدنيه، ج: ۱، ص: ۵۵)

"یعنی اس نور سے جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔"

لہٰذا ہمارے حضور عین النور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے بہ ذاتِ خود بلا واسطہ تخلیق فرمایا، ان کی طاقت وقوت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

پھر مولانا اپنے مضمون کے صفحہ ۳۷ پر حضرت آدم علیہ السلام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جزی فضیلت ثابت کرنے کے لیے لکھتے ہیں:

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاسماء والمسمیات ایک بار سکھا دیا گیا اور نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فاضل بریلوی وغیرہ علماء رحمھم اللہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ آپ کو بتدریج علم عطا کیا گیا اور آپ کا علم قرآن مجید کے ساتھ مکمل ہوا۔

الجواب: اس ضمن میں بھی درج ذیل امور قابل غور ہیں۔

اولاً: اس عبارت سے یہ بات پھر ثابت ہوتی ہے کہ علم کی کسی ایک نوع یا انواع کثیرہ کے بارے میں عدم علم، عدم نبوت کا ثبوت نہیں چہ جائیکہ محض کسی چیز یا حکم کی تفصیلات سے ناواقفی، نبوت کے منافی ہو جیسا کہ مولانا نے ما کنت تدری الخ...... آیت سے استدلال کیا ہے۔

ثانیاً: یہاں مولانا علم الاسماء والمسمیات جو کہ علم کی کثیر انواع میں سے ایک نوع ہے، کا موازنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ کُلی کے ساتھ کر رہے ہیں جو کہ نہایت محرومی کی بات ہے۔ مولانا آپ پہلے یہ ثابت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الاسماء والمسمیات بہ یک بار عطا نہیں کیا گیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت آدم علیہ السلام کی جزی فضیلت کا قول پیش کریں۔

ثالثاً: مولانا علامہ غلام نصیر الدین سیالوی نے اپنی تصنیف ''عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں ترمذی شریف کی جو حدیث تحریر کی کیا وہ بھی آپ کے ذہن ودل سے محو ہوگئی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو میں یاددہانی کے لیے وہی حدیث آپ کے اور عوام الناس کے وسیع تر مفاد کے لیے بیان کرتا ہوں۔

امام ترمذی روایت فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَتَانِیْ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ فَقُلْتَ لَبَّیْکَ رَبِّیْ وَسَعْدِیْکَ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ رَبِّ لَا اَدْرِیْ فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (ترمذی، ص: ۵۶۶، مسند احمد)

اس حدیث مبارک کی تخریج مولانا غلام نصیر الدین صاحب نے کی ہے وہ بھی ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

۱: شرح السنہ، ج:۳، ص: ۲۳
۲: مجمع الزوائد، ج۷، ص ۳۶۶
۳: تمہید لابن عبدالبر، ج:۲۴، ص: ۳۲۱
۴: تفسیر ابن کثیر، ج:۴
۵: جامع الصغیر
۶: روح المعانی، ج:۵، ص: ۱۵۴
۷: صحیح ابن حبان، ج:۲
۸: میزان الاعتدال، ج:۴، ص: ۲۳
۹: نسیم الریاض، ج:۲، ص: ۹۰
۱۰: شفا، ج:۱، ص: ۱۲۵
۱۱: خصائص الکبریٰ، ج:۱، ص: ۸
۱۲: العلل المتناھیہ، ج:۱، ص: ۲۰

۱۳: الاصابه، ج:۲، ص:۴۵۵ ۱۴: تفسیر مظهری، ج:۸

۱۵: مرقاة، ج:۲ ۱۶: دارمی، ج:۲، ص:۷...... وغیرهم

امام احمد بن حنبل کی ایک روایت میں ہے:

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

یعنی: میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا۔

اسی حدیث کے تحت شیخ محقق (المتوفی:۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"پس دانستم هرچه در آسمان ها و هرچه در زمین بود عبارت است از حصول تمامه علوم جزوی و کلی و احاطه آن." (اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۳۳۳)

چنانچہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تھا یہ تعبیر ہے تمام علوم کے حصول اور ان کے احاطہ سے چاہے وہ علوم جزوی ہوں یا کلی۔

مولانا صاحب! کیا اللہ تعالیٰ نے ایک آن میں اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے اس کا علم نہیں دیا؟ کیا اسماء ومسمیات کا علم زمین وآسمان کی کل اشیاء کے عموم سے خارج ہے؟ اگر نہیں ہے تو ہمارا مدعی ثابت، اگر خارج ہیں تو ثبوت پیش کریں، اور اگر ثبوت نہیں تو پھر غور کریں کہ کہیں آپ کا علم آپ کو قعرِ ضلالت کی طرف تو نہیں لے کر جارہا ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

دلیل دوم: ہمارا رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ ط وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ○

(پارہ ۱۶، مریم، آیت: ۱۲)

"اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔"

(ترجمہ: کنز الایمان)

قارئین کرام! اس آیت مبارکہ سے بچپن ہی میں آقا علیہ السلام کے نبی ہونے پر استدلال کے لیے دلیلِ اول کے تحت ہماری مفصل تقریر پیش نظر رکھیے۔ اب ملاحظہ فرمائیں، اس آیت مبارکہ سے کن کن محققین نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بچپن ہی میں آپ علیہ السلام کے لیے نبوت کا اثبات کیا ہے:

۱: امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی (المتوفی: ۳۳۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اَیُ اَلنُّبُوَّۃَ فِیُ حَالِ صِبَاہِ۔ ''یعنی عالم بچپن ہی میں نبوت''

(تاویلات اھل السنة، ج:۳، ص: ۲۶۰)

۲: امام فخر الدین رازی (المتوفی: ۶۵۶ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّہُ النُّبُوَّۃُ فَاَنَّ اللہَ تَعَالٰی اَحۡکَمَ عَقۡلَہ، فِیُ صِبَاہِ وَاَوۡحٰی اِلَیۡہِ وَذٰلِکَ لِاَنَّ اللہَ تَعَالٰی بَعَثَ یَحۡیٰی وَعِیۡسٰی عَلَیۡھُمَا السَّلَامُ وَھُمَا صَبِیَّانِ۔

(کبیر، ج: ۲۱، ص: ۱۶۳)

بے شک اس سے مراد نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو بچپن ہی میں محکم فرمایا اور ان کی طرف وحی بھیجی اور یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں مبعوث فرمایا۔

۳: علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں۔

اَلنُّبُوَّۃ : یعنی نبوت

۴: علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی (المتوفی: ۳۷۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

یَعۡنِیُ النُّبُوَّۃَ وَالۡفِقۡہَ وَالۡخَیۡرَ کُلَّہ،۔ (تفسیر سمرقندی، ج: ۲، ص: ۳۲۰)

یعنی نبوت اور فقہ اور ساری کی ساری خیر۔

۵: علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَقِيْلَ النُّبُوَّةُ وَعَلَيْهِ كَثِيْر "۔ (روح المعانی، جز: ۱۴، ص: ۵۲۰)

اور کہا گیا کہ نبوت اور یہی کثیر محققین کی آراء ہے۔

۶: معتزلہ کے علامہ محمود بن عمر زمخشری (المتوفی: ۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

وَقِيْلَ النُّبُوَّةُ لِاَنَّ اللهَ اَحْكَمَ عَقْلَه' فِيْ صِبَاهِ وَاَوْحىٰ اِلَيْهِ۔

(تفسیر کشاف، ج: ۳، ص: ۸)

اور کہا گیا ہے کہ نبوت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو بچپن میں پختہ کردیا اور ان کی طرف وحی بھیجی۔

۷: امام ابومحمد الحسین بن مسعود (المتوفی: ۵۱۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : اَلنُّبُوَّةُ۔(معالم التنزیل، ج: ۳، ص: ۱۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبوت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی روایت درج ذیل تفاسیر میں بھی موجود ہے:

۸: تفسیر خازن، ج: ۳، ص: ۱۸۳، از علامہ علی بن محمد خازن

۹: السراج المنیر، ج: ۲، ص: ۴۵۹، از علامہ الخطیب شربینی

۱۰: حاشیہ شہاب، ج: ۶، ص: ۲۵۶، از علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر

۱۱: حاشیہ قونوی، ج: ۱۲، ص: ۲۰۲، از علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد (المتوفی: ۱۱۹۵ھ)

۱۲: امام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ ابی عمر بن محمد (المتوفی: ۷۹۱ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

وَقِيْلَ النُّبُوَّةُ اَحْكَمَ اللهُ عَقْلَه' فِيْ صِبَاهِ وَاسْتَنْبَاَه'۔ (بیضاوی، ج: ۴، ص: ۸)

اور کہا گیا کہ نبوت، اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو بچپن میں ہی پختہ کردیا اور انہیں نبی بنادیا۔

۱۳: علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل (المتوفی: ۱۲۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وَذٰلِکَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحْکَمَ عَقْلَہٗ وَاَوْحٰی اِلَیْہِ، فَاِنْ قُلْتَ: کَیْفَ یَصِحُّ حُصُوْلُ الْعَقْلِ وَالْفِطْنَۃِ وَالنُّبُوَّۃِ حَالَ الصِّبَا؟ قُلْتُ: لِاَنَّ اَصْلَ النُّبُوَّۃِ مَبْنِیٌّ عَلٰی خِرْقِ الْعَادَاتِ اِذَا ثَبَتَ ھٰذَا فَلَا تَمْتَنِعُ صَیْرُوْرَۃُ الصَّبِیِّ نَبِیًّا۔

(حاشیہ جمل، ج:۵، ص:۱۰)

اور یہ اس لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل کو محکم کر دیا اور ان کی طرف وحی بھیجی، اگر آپ کہیں کہ بچپن ہی میں کامل عقل، فطانت اور نبوت کا حصول کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ میں کہتا ہوں: نبوت کی اصل خلافِ عادات امور پر مبنی ہے اور جب یہ ثابت ہے تو پھر بچپن میں نبی بن جانا محال نہیں۔

۱۴: علامہ اسماعیل حقی (المتوفی:۱۱۳۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحُکْمُ النُّبُوَّۃُ اِسْتَنْبَأَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَھُوَ ابْنُ ثَلَاثِ سِنِیْنَ اَوْسَبْعٍ۔ (روح البیان، ج:۵، ص:۳۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حکم سے مراد نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی بنایا جبکہ آپ علیہ السلام تین یا سات سال کے تھے۔

۱۵: علامہ عمر بن علی بن عادل (المتوفی:۸۸۰ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَلْحُکْمُ: اَلنُّبُوَّۃُ "صبیاً" وَھُوَابْنُ ثَلَاثِ سِنِیْنَ۔

(لباب فی علوم الکتاب، ج:۱۳، ص:۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الحکم سے مراد نبوت ہے اور آپ علیہ السلام تین سال کے بچے تھے۔

۱۶: قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی:۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

وَقِیْلَ: اَلْمُرَادُ بِالْحُکْمِ النُّبُوَّۃُ، اِسْتَنْبَأَہُ اللّٰہُ صَغِیْرًا.

(مظھری، ج: ٦، ص: ٩)

اور کہا گیا ہے: حکم سے مراد نبوت ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوٹی عمر ہی میں نبی بنادیا تھا۔

١٧: امام احمد رضا خاں (المتوفی: ١٣٤٠ھ) کے ترجمہ مبارک سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت ملی۔

١٨: مفتی احمد یار خان (المتوفی: ١٣٩١ھ) لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ یحییٰ علیہ السلام ان رسولوں میں سے ہیں جنہیں بچپن ہی سے نبوت ملی۔

(تفسیر نور العرفان، ص: ٤٨٧)

١٩: صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین (المتوفی: ١٣٦٧ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''لہٰذا اس آیت میں حکمِ نبوت مراد ہے یہی قول صحیح ہے۔''

(خزائن العرفان، ص: ٤٤٣)

دلیل سوم:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةَ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا: جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

تخریج: یہ حدیث انھی الفاظ کے ساتھ یا الفاظ کے معمولی سے تغیر کے ساتھ درج ذیل کتب میں موجود ہے:

١: سنن ترمذی، ج: ٢، ص: ٢٠١، ابواب المناقب ٢: المستدرک مع التلخیص، ج: ٢، ص: ٦٠٩

٣: التلخیص، ج: ٢، ص: ٦٠٩ ٤: دلائل النبوة للبیھقی، ج: ٢، ص: ١٣٠

۵: الشریعه للآجری، ص: ۳۸۴
۶: دلائل النبوة لابی نعیم، ج: ۱، ص: ۸
۷: المعجم الکبیر، ج: ۲۰، ص: ۳۵۳، رقم: ۸۳۳
۸: جامع الاصول، ج: ۹، ص: ۴۰۳
۹: مسند امام احمد، ج: ۵، ص: ۵۹
۱۰: السنة لابن ابی عاصم، رقم: ۴۱۹ – ۴۲۰
۱۱: مجمع الزوائد، ج: ۸، ص: ۲۲۳، باب قدم نبوة صلی الله علیه وسلم
۱۲: الجامع الصغیر، ص: ۴۰۰، رقم: ۶۴۲۴
۱۳: الکامل لابن عدی، ج: ۴، ص: ۱۴۸۶
۱۴: المقاصد الحسنه، ص: ۳۸۷، رقم: ۸۴۲
۱۵: الاحاد والمثانی، ج: ۵، ص: ۳۴۷، رقم: ۸۴۲
۱۶: مشکوٰة، ص: ۵۱۳
۱۷: الدرر المنتشره، ص: ۱۴۸
۱۸: التاریخ الکبیر، ج: ۷، ص: ۲۵۱، باب میسره
۱۹: الطبقات الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۱۴۸
۲۰: مواهب مع الزرقانی، ج: ۱، ص: ۵۴
۲۱: زرقانی علی المواهب، ج: ۱، ص: ۵۴
۲۲: شرح شفا، ج: ۱، ص: ۱۱۶
۲۳: نسیم الریاض، ج: ۱، ص: ۳۷۹
۲۴: الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۳
۲۵: الوفا، ج: ۱، ص: ۳۳
۲۶: مرقاة المفاتیح، ج: ۱۰، ص: ۲۸
۲: روح المعانی، جز: ۲۵، ص: ۸۳
۲۸: شرح فقه اکبر، ص: ۶۰
۲۹: المورد الروی، ص: ۲۰
۳۰: سبل الهدیٰ، ج: ۱، ص: ۷۹
۳۱: اشعة اللمعات، ج: ۴، ص: ۴۷۴
۳۲: لطائف المعارف، ص: ۱۶۲

کتب علماء دیوبند

۳۳: معارف القرآن، ج: ۲، ص: ۱۰۱
۳۴: نشر الطیب، ص: ۸
۳۵: تحذیر الناس، ص: ۹

کتب علماء غیر مقلدین.

۳۶: شان مصطفی، ج: ۲۷، ص: ۵۰۵
۳۷: سلسلة الاحادیث الصحیحه للالبانی، رقم: ۱۸۵۶، ص: ۶۶۸ (المناقب والمثالب)

محترم قارئین! اب اگر آپ درج ذیل نکات پر غور فرمائیں تو ہمارا موقف نکھر کر سامنے آجائے گا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن مقدس میں بھی منصب نبوت پر فائز تھے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال صحابہ کرام نے پوچھا جن کے سامنے یا ان سے پہلے زمانہ ماضی میں امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس برس کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا۔ لہٰذا جب بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا سوال پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کب بنایا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب سے نبی ہیں تو اس استفسار سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ کا نظریہ بھی یہی تھا کہ نبی بننا کچھ اور ہے اظہار یا اعلان نبوت کرنا کچھ اور۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، صحابہ کرام کے اس عقیدہ ونظریہ پر مہرِ تصدیق ثبت فرما دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی عمرِ مقدس کی چالیس مہکتی ہوئی بہاریں گزار کے نبی نہیں بنے بلکہ یہ منصب اور اعزاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سے حاصل ہے جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تن بدن میں جان نہیں آئی تھی۔

☆ مذکورہ بالا الفاظ سے جواب ارشاد فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی قدامت کا جو عرصہ تھا یہاں بیان فرما دیا ہے جو کہ سوال کرنے کے وقت سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح سے بھی پہلے کے زمانے پر محیط تھا۔ نیز یہ جواب ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے سوال پوچھنے کے وقت سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے سے پہلے کے زمانہ میں سے ایک سال بلکہ ایک ماہ نہیں نہیں بلکہ ایک لمحہ کا بھی استثناء نہیں فرمایا اور اسے زمانہ نبوت سے خارج نہیں فرمایا تو پھر مولوی صاحب کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اس میں سے تقریباً چالیس سال کے طویل عرصہ کو خارج کر دیں۔ اس کے باوجود اگر مولوی صاحب زمانہ قبل از اعلان نبوت کو اس

حدیث شریف کے عموم سے خارج یا مستثنیٰ قرار دینے پر مصر ہیں تو پھر ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ کوئی ایک صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ولادت تا اعلان نبوت نبی نہیں تھے۔

☆ جب یہ امر اتنا صریح تھا کہ چالیس سال کی عمر مبارک کے بعد نبوت ملتی ہے تو صحابہ کرام یہ سوال نہ کرتے اور اگر انھوں نے کسی مصلحت کے تحت سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ہرگز یہ ارشاد نہیں فرمایا:

۱: تمام انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر کے بعد نبی بنایا جاتا ہے لہٰذا میں بھی اس وقت ہی نبی بنایا گیا ہوں۔

(یا)

۲: میں چالیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے نبی بالقوۃ تھا اور چالیس سال کے بعد بالفعل نبی بنایا گیا۔

(یا)

۳: میں محض عالم ارواح میں نبی تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وصف عظیم مجھ سے واپس لے لیا اور پھر اپنی عادت کریمہ کے تحت مجھے دوبارہ عالم اجساد میں چالیس برس کی عمر میں نبی بنایا۔

لہٰذا بجائے اس کہ کہ ہم ''قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَاھِیَ'' کی گردان دھرائیں اور منطقی بحثوں میں پڑیں ہمارے لیے عافیت اسی میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کو ترجیح دیتے ہوئے یہ تعبیر تسلیم کرلیں کہ آپ کی عالم ارواح والی نبوت دائم و مستمر تھی۔

قارئین محتشم! اب آیئے اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں پیش کی جانے والی چند تاویلات کا جائزہ لیں۔

پہلی تاویل: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی میں نبی تھے اور ان کو مستقبل میں نبی بنایا جائے گا۔

جواب: یہ تاویل درج ذیل متعدد وجوہ کی بنا پر باطل ہے:

اولاً: اگر حدیث مذکورہ کا یہ معنی لیا جائے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبوتِ محمدی کا ثبوت محض علم الٰہی میں تھا، خارج میں نہ تھا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی کیونکہ صرف نبی کریم کا نبی ہونا ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا نبی ہونا اللہ تعالیٰ کے علمِ شریف اور تقدیر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم یا تقدیر اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ازل سے ہے۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث بیان فرمانا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خارج میں بھی نبی ہوں۔

ثانیاً: سائلین نے ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ علمِ الٰہی میں آپ کا نبی ہونا کب سے تھا اور نہ ہی یہ بات پوچھنے کی کوئی ضرورت تھی کیونکہ کائنات کی ہر چیز تخلیق کائنات سے پہلے بھی علمِ الٰہی میں تھی لہٰذا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ خِلقتِ محمدی تو ساری کائنات سے پہلے ہو چکی تھی لیکن شرفِ نبوت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کب ہمکنار کیا گیا۔ جس کا جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دے رہے ہیں کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ثالثاً: اس حدیث کو حقیقت پر محمول کرنے سے کون سا محال لازم آتا ہے کہ ہم حقیقی معنی سے عدول کر کے مجازی معنی مراد لیں۔ اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کے بچپن میں نبوت عطا کی گئی تھی جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔ نیز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس اصول سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے وقوع پر یہی حدیث اور پچھلے صفحات پر بیان کی گئی دو آیات شاھد عادل ہیں۔مزید دلائل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

رابعاً: بلکہ اس حدیث مبارک کو مستقبل کے معنی میں سمجھنے سے محال لازم آتا ہے، جیسا کہ اس کے الفاظ ہیں ''جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اور فریقِ مخالف کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال بعد نبی بنایا گیا تو اس وقت تو حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان نہ تھے۔ لہذا لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس حدیث میں ''وٗ'' حالیہ ہے یعنی کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام اس حال میں تھے کہ آپ کا روح مبارک آپ کے جسدِ اطہر میں داخل نہیں ہوا تھا۔

خامساً: اب ہم اس حدیث کے مفہوم اور اپنے موقف کو مزید واضح کرنے کے لیے متعدد اکابر علماء اور دیگر مسالک کے محققین کی تحقیقات پیش کرتے ہیں:

ا: امام ابوبکر احمد بن حسین آجری (المتوفی:۳۶۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ نَبِیَّنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَزَلْ نَبِیًّا مِنْ قَبْلِ خلْقِ اٰدَمَ یَتَقَلَّبُ فِیْ اَصْلَابِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَبْنَاءِ الْاَنْبِیَاءِ بِالنِّکَاحِ الصَّحِیْحِ حَتّٰی أَخْرَجَہُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔

بے شک ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل سے ہمیشہ سے نبی رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے ابناء کے اصلاب میں نکاح صحیح کے ساتھ منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے بطن اطہر سے ظاہر فرمایا۔(الشریعہ، ص: ۳۸۴)

o: علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی:۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

o: شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں لتومنن به ولتنصرنه کی تقریر میں لکھا ہے:

''اور اس سے آپ کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی۔ ''کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد'' اور جس شخص نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا کہ آپ علمِ الٰہی میں نبی تھے یعنی آپ مستقبل میں نبی ہوں گے۔ اس کی اس معنی تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع انبیاء کو محیط ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت میں ثابت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا ''محمد رسول اللہ'' لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے مراد فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہے گی کہ ''میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تاکہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے، پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو۔''

۲: الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۴، از امام السیوطی (المتوفی:۹۱۱)

۳: المواهب اللدنيه، ج: ۱، ص: ۳۱، (مختصراً)، از علامه احمد بن محمد قسطلانی (المتوفی: ۹۱۱ھ)

۴: سبل الهدیٰ، ج: ۱، ص: ۸۱، (مختصراً)، از علامه محمد یوسف شامی (المتوفی: ۹۴۲ھ)

۵: نسیم الریاض، ج: ۱، ص: ۳۷۹، از علامه احمد شهاب الدین خفاجی (المتوفی: ۱۰۶۹ھ)

۶: المورد الروی، ص: ۲۲، (مختصراً)، از علامه علی قاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ)

۷: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے نہ کہ فقط علم الٰہی میں''۔

(مدارج النبوۃ، ج: ۲، ص: ۳۳)

۸: امام ابن رجب حنبلی (المتوفی: ۷۹۵ھ) تحریر فرماتے ہیں:

بَلْ قَدْ یُسْتَدَلُّ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ عَلٰی أَنَّہ' صلی اللہ علیہ وسلم وُلِدَ نَبِیًّا۔

''بلکہ اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی پیدا ہوئے۔'' (لطائف المعارف، ص: ۱۶۳)

۹: علامہ محمد یوسف شامی (المتوفی: ۹۴۲ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

وَیُسْتَدَلُّ بِخَبَرِ الشَّعْبِیْ وَغَیْرِہ مِمَّا تَقَدَّمَ فِی الْبَابِ السَّابِقِ عَلٰی اَنَّہ' وُلِدَ نَبِیًّا۔

مفہوم بہ مطابق حدیث سابق۔ (سبل الهدی، ج: ۶، ص: ۸۳)

۱۰: علامہ محمد یوسف شامی (المتوفی: ۹۴۲ھ) مزید لکھتے ہیں:

فَتُحْمَلُ ھٰذِہِ الرِّوَایَۃ مَعَ حَدِیْثِ الْعِرْبَاض السَّابِق عَلٰی وُجُوْبِ نُبُوَّتِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَثُبُوْتِھَا وَ ظُھُوْرِھَا فِی الْخَارِجِ۔

ترجمہ: اس روایت کو حدیث عرباض کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خارج میں اس کے ثبوت اور ظہور پر محمول کیا جائے گا۔ (سبل الهدی، ج: ۱، ص: ۷۹)

۱۱: علامہ علی قاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اَیْ وَجَبَتْ لِیَ النُّبُوَّۃُ وَالْحَالُ اَنَّ اٰدَمَ یَعْنِی وَاَنَّہٗ مَطْرُوْحٌ عَلَی الْاَرْضِ صُوْرَۃً بِلَا رُوْحٍ وَالْمَعْنٰی اَنَّہٗ قَبْلَ تَعَلُّقِ رُوْحِہٖ۔

ترجمہ: یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بغیر روح کے زمین پر رکھا ہوا تھا اور اِس کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ابھی ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ (مرقات، ج: ۱۰، ص: ۳۸)

۱۲: علامہ عبدالوہاب شعرانی (المتوفی: ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی، جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے...... اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی اور کو اس وقت نبوت عطا کی گئی، دیگر انبیاء علیہم السلام اپنے ایام رسالت محسوسہ میں نبی بنائے گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا، میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا، میں اس وقت انسان تھا یا موجود تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے نبوت کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اس وقت متحقق ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر کی ہوئی شریعت کی معرفت ہو جائے۔

(الیواقیت والجواھر، حصہ: ۲، ص: ۱۸)

۱۳: امام ابوشکور سالمی فرماتے ہیں:

لِاَنَّ النَّبِیَّ کَانَ نَبِیًّا قَبْلَ الْبُلُوْغِ وَقَبْلَ الْوَحْیِ کَمَا اَنَّہٗ نَبِیٌّ بَعْدَ الْوَحْیِ وَبَعْدَ الْبُلُوْغِ

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلوغت اور وحی سے پہلے بھی نبی تھے جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وحی اور بلوغت نبی تھے۔ (تمهيد، ص: ٦)

۱۴: شیخ مصطفیٰ بن سلیمان بالی زادہ الحنفی (التوفی:۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

(فَكَانَ نَبِيًّا وَّ ادَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّين) فنبوَّته' اَزَلِيٌّ وَنبُوَّةُ غَيرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَام حَادِثَة'' فَهُمْ نَبِيُّوْنَ حِيْنَ الْبُعْثَةِ۔(شرح فصوص الحكم، ص: ۱۱ ۳)

(آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ازلی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت حادث ہے کہ وہ بعثت کے وقت سے نبی ہیں۔

قارئین محتشم! جن انبیاء علیہم السلام کی نبوت حادث ہے وہ تو بعثت کے وقت سے نبی ہوں اور ازلی نبوت سے متصف اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعثت کے وقت سے ہوں تو پھر ازلی وحادث نبوت میں فرق کیا رہا۔لہٰذا اس عبارت سے دوپہر کے سورج کی طرح یہ بات عیاں ہوگئی کہ دیگر انبیاء تو بعثت کے وقت سے نبی ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت یعنی اعلان نبوت سے پہلے بھی نہیں تھے۔ نیز یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ بعثت سے مراد اعلان نبوت لیا جاتا ہے۔

۱۵: امام احمد رضا خان (التوفی:۱۳۴۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ ''میلاد'' میں ناقل حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔''اے ابوالحسن! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا، تمام انبیاء ومرسلین کے سردار نبی ہوئے، جب کہ آدم آب وگلِ میں تھے۔'' (تجلی الیقین، ص: ۸۷)

☆ آپ اپنی ایک اور بے مثال کتاب ''الامن والعلی'' میں امام قسطلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''خبردار ہو میرے باپ قربان ان پر جو بادشاہ وسردار ہیں اس وقت سے کہ آدم علیہ السلام ابھی آگ وگل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے۔'' (ص:۱۰۵)

☆ یہی امام فتاویٰ رضویہ میں رقم طراز ہیں:

''تمام انبیاء ومرسلین اپنے عہد میں بھی ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں۔'' (ج:۹،ص:۱۲)

۱۶: مفتی محمد اجمل سنبھلی لکھتے ہیں:

''ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یوم ولادت ہی سے متصف بہ نبوت تھے۔ علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت چالیس سال کی عمر کے بعد کے لیے منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور اپنے یوم ولادت ہی سے متصف بنبوت ہیں بلکہ اس حدیث کہ میں نبی تھا اور آدم ابھی روح وجسم کے درمیان تھے، سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلقِ اجسام سے پہلے عالم ارواح میں بھی متصف بہ وصف نبوت تھے اور یہ حضور علیہ السلام کا وصف خاص ہے۔'' (رد شہاب ثاقب، ص:۴۵۷-۴۵۶)

۱۷: علامہ علی قاری کی مذکورہ بالا عبارت دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں: شرح فقہ اکبر، ص ۲۰

۱۸: امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی تحریر فرماتے ہیں:

''اور ہم نے بجائے نبوت ظہور اس لیے کہا کہ غار حرا کی اس وحی سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے ورنہ نبوت تو اس واقعہ سے ہزارہا سال پیشتر عالمِ ارواح میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔'' (بشیر القاری، ص ۲۶)

۱۹: مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:

''یہ تو خبر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی کب سے ہیں اتنا پتا لگا ہے کہ جب آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے، اس وقت بھی حضور نبی تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے......اسی طرح حضور کی ولادت، ہجرت، مکی مدنی ہونا، انتقال کر جانا، یہ حضور کی آمد و روانگی کے نام ہیں۔ ورنہ حضور ولادت سے پہلے بھی نبی ہیں اور ابد الآباد تک بھی نبی ہیں۔'' (رسائل نعیمیہ، ص: ۴۷۳-۴۷۲)

۲۰: غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی تحریر فرماتے ہیں:

''بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اللہ کے علم میں نبی تھا۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ خدا کے بندو! کیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے علم میں تھے اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا۔ بھائی! یہ کیا تماشا ہے؟ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ اس لیے محققین نے صاف کہا کہ ''کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد......'' کا مفہوم یہ ہے کہ میں مسندِ نبوت پر جلوہ گر تھا اور ارواح انبیاء علیہم السلام کو نبوت کا فیض عطا فرما رہا تھا۔'' (مقصود کائنات، ص: ۳)

۲۱: علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری ارشاد فرماتے ہیں:

''یعنی یہ وحی خواب میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی تھی اس لیے ہوتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ نبوت پر اظہارِ نبوت سے قبل ہی پہنچ چکے تھے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا کنت نبیا والادم لمنجدل بین طینته ہم عہدۂ نبوت اس وقت حاصل کر چکے تھے جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے''۔ (طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ، ص: ۲۱۹)

۲۲: شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کو اس وقت نبوت مل چکی تھی جبکہ آدم علیہ السلام پانی ومٹی کے درمیان تھے۔''

(دین مصطفی، ص: ۵۰-۴۹)

۲۳: علامہ جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں:

''چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر سرفراز ہوئے اگر اس کا مطلب یہ ہے تو صحیح ہے کہ چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا حکم ہوا تو حضور نے اعلان نبوت فرمایا اور اگر یہ مطلب ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے وہ نبی نہیں تھے اور اس سے پہلے کی زندگی نبوی زندگی نہ تھی، تو غلط ہے...... ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی تھے۔'' (فتاویٰ فیض رسول، حصہ اول، ص: ۱۴-۱۳)

مفتی شریف الحق امجدی تحریر فرماتے ہیں:

اس لیے کہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت بھی نبی تھے کبھی کسی نبی کے اُمتی نہ رہے۔ (نزہۃ القاری، ج ۱ ص ۲۴۱)

۲۵: مفتی غلام فرید رضوی لکھتے ہیں:

''حالانکہ یہ ظاہر البطلان ہے جب قرآن کے نزول کے آغاز سے بھی بہت پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے جیسا کہ ''واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین......'' والی آیت اور ''کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد......'' والی حدیث سے ثابت ہے۔''

(اثبات علم غیب، ج: ۱، ص: ۵۱)

۲۶: مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں:

''اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم یا تقدیر اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے، جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ازل میں تھا اور تقدیر بھی ازل میں تھی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی اللہ تعالیٰ کے علم

کے ساتھ کیا تخصیص ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کا نبی ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں اور اس کی تقدیر میں ہے۔" (تبیان القرآن، ج: ۱۲، ص: ۸۴۸)

☆ آپ ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"سو آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی، البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ (تبیان القرآن، ج: ۱۲، ص: ۸۴۳)

☆ آپ مزید فرماتے ہیں:

"اس آیت کا عموم بھی عالم ارواح کے بعد عالم بشریت میں آپ کی افضل نبوت کا متقاضی ہے اور جب حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی تو آپ جو رحمۃ للعٰلمین اور خاتم النبیین ہیں، قائد المرسلین اور محبوب رب العٰلمین ہیں، وہ کیوں کر اس نعمت سے محروم ہوں گے!"

۲۷: شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

"اس سوال کے جواب نے واضح کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محض علم الٰہی کے لحاظ سے نہیں تھی بلکہ خارج اور واقع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور روح اقدس اور حقیقت محمدیہ اس صفتِ کمال کے ساتھ موصوف ومتصف تھی۔"

(تنویر الابصار، ص: ۲۰)

☆ مزید فرماتے ہیں:

"یہ حدیث اس جواب میں نہیں ہے کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر، مرتبہ تقدیر (اور علم الٰہی) میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل۔ لہٰذا اس روایت سے اور تھانوی صاحب کے اقرار واعتراف سے واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع موجود تھے اور نبوت کے ساتھ موصوف تھے۔" (تنویر الابصار، ص: ۲۵)

☆ آپ اپنی ایک اور تصنیف ''کوثر الخیرات'' میں لکھتے ہیں۔

''لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں جس نبوت کا ذکر فرمایا گیا وہ بوت حقیقیہ ہے اور امر محقق اور خارجی ہے نہ کہ محض علمِ الٰہی کے لحاظ سے، ورنہ سب انبیاء علم الٰہی کے لحاظ سے اس وقت سے بلکہ اس سے پہلے بھی نبی تھے۔'' (ص:۶۱)

☆ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

''ابھی انبیاء کرام اور رسولانِ عظام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محبوب کو تاج نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور جب پیدا ہو چکے تو سب کو اس شمع نبوت و رسالت کا پروانہ بنایا اور گلشن ہستی میں کوئی ایسا سرو بالا نہ رہنے دیا جو محبوب کی کمندِ عزت و عظمت کی زد میں نہ ہو۔'' (ص:۸۸)

۲۸: علامہ فیض احمد اویسی تحریر فرماتے ہیں:

''اہل اسلام کا عقیدہ و تحقیق یہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے اور اسی وقت سے نبوت سے نوازے گئے اور عالم دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اور بعد کو بھی نبوت سے موصوف تھے۔ ہاں چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اظہار و اعلان کیا۔'' (پڑھا لکھا امی، ص: ۷۶)

۲۹: مولانا منظور احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''جو رسول اپنی زبانِ فیض ترجمان سے یہ فرما چکا ہو کنت نبیا و آدم بین الماء والطین (میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم کیچڑ (آب و گلِ، راقم) میں تھے بھلا اسے اپنی نبوت میں تردُّد کیسے ہوسکتا ہے۔'' (علم القرآن، ص: ۳۰)

۳۰: مفتی عبدالمجید سعیدی لکھتے ہیں:

''اس سے بھی واضح ہوا کہ جمہور آئمہ و علماء اسلام خصوصاً احناف کا یہی مذہب ہے کہ

اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ علیہ السلام پر وحی اترتی تھی اور آپ اس وقت بھی نبی تھے۔" (ماھنامہ "السعید" ملتان، ص: ۸۱)

۳۱: مفتی محمد خان قادری لکھتے ہیں:

"الغرض جب سلسلہ نبوت و رسالت (جو رحمت و خیر کا ذریعہ ہے) کے افتتاح کا موقع تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے نبوت عطا فرمائی اور جب سلسلۂ نبوت و رسالت اپنے کمال و انتہا کو پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر دیا گیا۔"

(شرح سلام رضا، ص: ۱۴۰-۱۳۹)

نوٹ: شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی کے نام خطوط سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مفتی محمد خان قادری صاحب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم بچپن میں نبی ہونے کے قائل ہیں۔

۳۲: علامہ اشرف سیالوی صاحب کے شاگرد رشید مولانا عبدالرزاق بھترالوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

"اصل تطبیق کی وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو نبوت یا کتاب عطا تو اسی وقت فرما دی جب آپ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں تھے البتہ لوگوں کو تبلیغ کرنے اور اعلان نبوت کا حکم بعد میں دیا گیا۔ تمام انبیاء کرام کی صورت حال یہی ہے۔" (تذکرہ الانبیاء، ص: ۳۶۰)

۳۳: مکتبہ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی، تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے۔ بس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی۔ پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا...... جواب یہ ہے کہ تاخیر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی

سے پڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔''

(نشر الطیب، ص:۷، حاشیہ: دوسری اور تیسری روایت)

۳۴: انھی کے مفتی شفیع رقم طراز ہیں:

''بلکہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ ''کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد''۔ (معارف القرآن، ج:۲، ص:۱۰۱)

۳۵: اُنھی کے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

''یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے اور آپ پر احکام نبوت جاری ہو چکے تھے بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان پر احکامِ نبوت کا اجراء بعثت کے بعد ہوتا ہے۔''

(العرف الشذی، ج:۲، ص:۲۰۲)

۳۶: مکتبہ دیوبند کے حجۃ الاسلام قاسم نانوتوی ''کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین'' کے تحت رقمطراز ہیں:

''اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام اختصاص میں یوں نہ فرماتے۔'' (تحذیر الناس، ص:۶)

۳۷: غیر مقلدین کے مناظر اشرف سلیم لکھتے ہیں:

دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول پاک کو حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح سے پہلے نبوت سے نوازا جا چکا تھا۔ (شان مصطفی، ج:۲، ص:۵۰۵)

نوٹ: فاضل مقالہ نگار نے اپنی تحریر کے ابتدائی صفحات میں حدیثِ مذکور کی تشریح میں لکھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں نبی تھے، اس تاویل پر تبصرہ آپ ابھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ بعد ازاں میر سید شریف جرجانی کے حوالہ سے یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا جائے گا۔ لیجئے، مولوی صاحب نے اس حدیث شریف سے بڑی صفائی سے اپنی جان چھڑالی۔ پہلے تو عالم ارواح میں نبوت کا قول پیش کیا اور اب اس موقف سے بھی دستبردار ہو گئے۔ لہٰذا اب ولادتِ پاک سے اعلانِ نبوت کے عرصہ کے ساتھ ساتھ عالمِ ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بھی منکر ہو گئے۔ (العیاذ باللہ)

دوسری تاویل: مولوی صاحب لکھتے ہیں:

یہ عالمِ ارواح کی بات ہے اور عالمِ ارواح اور عالمِ دنیا کے معاملات مختلف ہوتے ہیں۔

جواب: عالمِ ارواح اور عالمِ دنیا کے معاملات واقعی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن اس طرح تو عالمِ دنیا اور عالمِ برزخ کے معاملات و احکامات بھی ایک جیسے نہیں۔ مولانا صاحب! کیا وہ احکامات جو انبیاء کرام پر ان کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں لازم تھے وہ عالمِ برزخ میں بھی ان پر ویسے ہی لازم ہیں؟ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا اب اگر رشدی جیسا کوئی ملعون کہے کہ تمام انبیاء کرام عالمِ دنیا میں نبی تھے، اب وہ عالمِ برزخ میں ہیں لہٰذا وہ نبی نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تو کیا اس کی اس بیہودہ بات کو تسلیم کیا جائے گا؟

ممکن ہے کہ آپ کا جواب معاذ اللہ اثبات میں ہو لیکن ہم کہیں گے کہ یہ خبیث قول قطعاً قابل التفات نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک نبوت ایک ایسا عظیم وصف و منصب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و برگزیدہ بندوں کو عطا فرمانے کے بعد سلب نہیں فرماتا اگرچہ عالم بدلتے رہیں۔ اس ضمن میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء کرام کو ان کے وصالِ مبارک کے بعد بھی نبی اور رسول کے نام سے یاد کیا ہے اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ

انبیاء کرام بعداز وصال بھی نبوت سے معزول نہیں ہوتے۔

۲: امام ابوشکور سالمی فرماتے ہیں:

''اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ نیند انبیاء کرام کی نبوت کو معزول نہیں کر سکتی اور اسی طرح یہ بھی اجماعی عقیدہ ہے کہ وصال سے بھی انبیاء کی نبوت معزول نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام اپنے وصال کے بعد بھی انبیاء ہی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

(راسخین فی العلم) اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے۔'' (تمهيد: ص:۷۷)

۳: حضرت علامہ شاہ فضل رسول بدایونی تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: جو نبیوں کی عقل کا جانا ممکن مانے اس کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے اور جو کسی نبی کی نبوت کا زائل ہونا ممکن ٹھہرائے وہ کافر ہو جائے گا، ایسا ہی تمہید میں ہے۔

(المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند، ص: ۱۷۱)

۴: مجدد امام احمد رضا خان لکھتے ہیں:

حاشا نہ کوئی رسول رسالت سے معزول کیا جاتا ہے نہ سیدنا مسیح علیہ السلام رسالت سے معزول ہوں گے۔'' (فتاویٰ رضویه، ج: ۹، ص: ۱۲)

قارئین کرام! مولانا کے ایک قول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ ارواح میں نبوت مل چکی تھی۔ چونکہ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی کی نبوت عطا فرمانے کے بعد سلب نہیں کی جاتی لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے پہلے بھی نبی تھے۔

پھر سوال یہ ہے کہ اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کیوں سلب

فرمائی جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى......(الضحیٰ: ۴)

''آپ کی ہر بعد والی ساعت، پہلی ساعت سے بہتر ہے۔''

اس آیت کا عموم بھی عالمِ ارواح کے بعد عالمِ بشریت میں آپ کی افضل نبوت کا متقاضی ہے۔

امام اہلِ سنت ارشاد فرماتے ہیں:

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے
ان کی نبوت، ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے

ثانیاً: یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ ارواح میں بالفعل نبی تھے اور ارواح انبیاء کی تربیت فرمارہے تھے پھر آپ علیہ السلام سے معاذ اللہ کون سی ایسی لغزش ہوگئی تھی جس کی پاداش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تقریباً چالیس سال تک اس ارفع و اعلیٰ مرتبہ سے معاذ اللہ معزول کردیا گیا۔

ثالثاً: اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آقا علیہ السلام کا روح پرنور عالمِ ارواح میں بالفعل نبوت سے متصف تھا۔ اب مولانا کسی ایک صحیح وصریح حدیث سے درج ذیل امور ثابت کریں:

۱: جب عالم بدلا تو معاذ اللہ وہ روح پاک باقی نہ رہی۔

۲: جب عالم بدلا تو معاذ اللہ وہ روح پاک نبوت سے متصف نہ رہی۔

۳: عالمِ اجساد میں وہ جسد نبوی معاذ اللہ باقی نہ رہا۔

۴: عالمِ اجساد میں اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کے جسدِ پاک میں معاذ اللہ کوئی نئی روح ڈالی۔

اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو پھر اپنے اس موقف پر ضرور نظر ثانی فرمائیں۔

مولوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''وہاں سب لوگوں نے اللہ رب العزت کے سوال ''الست بربکم'' کے جواب میں ''بلی'' کہا تھا لیکن یہاں کوئی شداد، کوئی فرعون، کوئی ہامان اور کوئی ابولہب بن گئے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ عالمِ ارواح و عالمِ اجساد کا معاملہ مختلف ہے۔ اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں ملائکہ وانبیاء کے نبی تھے لیکن یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی، پھر آپ نبی کس کے تھے۔''

جواب: مولوی صاحب! ہم مانتے ہیں کہ جن لوگوں نے ''الست بربکم'' کے جواب میں ''بلیٰ'' کہا تھا ان میں سے عالمِ اجساد میں آ کر کوئی شداد بن گیا تو کوئی فرعون، کوئی ہاماں بن گیا تو کوئی ابولہب لیکن کیا آپ کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں کہ عالمِ ارواح میں جن انبیاء علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا تھا ان میں سے کوئی ایک نبی بھی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، استغفر اللہ، یہاں عالم اجساد میں آ کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے یا کم از کم یہ ثابت کر دیں کہ وہ نبی ہونے کے منصب پر قائم نہیں رہے (العیاذ باللہ)۔ اگر آپ یہ بات ثابت نہیں کر سکتے بلکہ آپ ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے تو پھر ایسے قیاس مع الفارق بلکہ فاسد و باطل وخبیث قیاس کا آپ جیسے مدعی علم و دانش سے صدور واقعۃً ایک افسوس ناک امر ہے۔

ثانیاً: مولوی صاحب! پھر آپ نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی مکروہ عبارت لکھی کہ ''اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، الخ'' استغفر اللہ یعنی آپ نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ ارواح میں

نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقریباً چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کر دیا یعنی بقول آپ کے جس طرح عالمِ ارواح میں تو وہ مومن تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر کافر ہو گئے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں نبی تھے لیکن عالم اجساد میں آ کر نبی نہ رہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

مولوی صاحب! آپ نے یہ کیسی منحوس تشبیہ پیش کی ہے؟ کیا علامہ بیضاوی علیہ الرحمہ کا پیش کردہ قانون بھی آپ کے دل سے محو ہو گیا کہ:

وَالشَّرْطُ فِيهِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى وَفْقِ الْمُمَثَّلِ لَهٗ مِنَ الْجِهَةِ الَّتِىْ تَعَلَّقَ بِهَا التَّمْثِيْلُ فِى الْعَظَمِ وَالصِّغَرِ وَالْخِسَّةِ وَالشَّرَفِ۔

(انوار التنزیل، ج: ۱، ص: ۳۷)

یہ جملہ لکھتے وقت آپ کے ہاتھوں میں مجبور و بےبس و بےزبان و بےجان قلم بھی یقیناً تڑپ رہا ہوگا، اس کا کلیجہ بھی پھٹ رہا ہوگا، وہ بھی زبان حال سے رو رو کے آپ سے التجا کر رہا ہوگا کہ یہ بھیانک جملہ نہ لکھیں جس سے اہل اسلام کے دل بری طرح گھائل ہو جائیں گے لیکن شاید خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے۔ لہٰذا ابھی اللہ جل جلالہٗ کے حضور سربسجود ہوں اور اس گستاخانہ عبارت سے رجوع کریں اور اپنے پیارے حبیب، شفیع المذنبین، راحت العاشقین، رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور معافی کے درخواست گزار ہو جائیں اور یاد رکھیں آپ اپنے جیسے کسی عام آدمی سے معافی کے طلب گار نہیں کہ آپ کو شرمندگی محسوس ہو بلکہ آپ نے تو

...نی کے لیے سرور انبیاء، قائد المرسلین، امت کے غم خوار، حبیب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

ثالثاً: مولنا لکھتے ہیں لیکن یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی، پھر آپ نبی کس کے تھے؟

ناظرین لیجئے! حضرت صاحب نے بڑی صفائی سے عالم دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ مبارک زندگی کے دوران انبیاء اور فرشتوں کے وجود سے بھی انکار کر دیا۔ بہت خوب مولنا بہت خوب! آپ واقعۃً حقائق کا انکار کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وانّ علیکم لحفظین o کراماً کاتبین o یعلمون ما تفعلون. (الانفطار، ۱۲-۱۰)

ترجمہ: اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔ (کنز الایمان)

ہمارا رب: والجلال ارشاد فرماتا ہے:

لہٗ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہٖ یحفظونہٗ من امر اللہ ط

(الرعد، پارہ: ۱۳، آیت: ۱۱)

ترجمہ: آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

تم لوگ برہنہ ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (فرشتے) ہوتے ہیں جو تم سے صرف قضاء حاجت کے وقت اور اس وقت جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ عمل تزویج کرتا ہے جدا

ہوتے ہیں۔ پس ان سے حیاء کرو اور ان کی عزت کرو۔ (سنن ترمذی، ج: ۲، ص: ۱۰۳)
دیگر کئی احادیث سے ہر انسان کے ساتھ فرشتوں کے تقرر کا ذکر ہے اور اس طرح انبیاء علیہم السلام کا عالم دنیا میں تصرف فرمانا مابین الفریقین ایک مسلمہ حقیقت ہے پھر بھی فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں کہ ''یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی۔''
حیرت ہے مولانا صاحب نے چالیس برس کے طویل عرصہ کے لیے کس قدر بے باکی سے زمین سے فرشتوں کے انخلاء کا دعویٰ پیش کر دیا۔

دلیل چہارم:

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ عَلِمْتَ أَنَّکَ نَبِیٌّ حَتّٰی اسْتَیْقَنْتَ فَقَالَ یَا أَبَا ذَرٍّ أَتَانِیْ مَلَکَانِ وَأَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَکَّةَ فَوَقَعَ أَحَدُھُمَا عَلَی الْاَرْضِ وَکَانَ الْاٰخَرُ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ أَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ أَھُوَ ھُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْہُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِہٖ فَوَزَنْتُہ‘ ثُمَّ قَالَ فَزِنْہُ بِعَشَرَۃٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِمِائَۃٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِأَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ کَاَنِّیْ أَنْظُرُ عَلَیْھِمْ یَنْتَثِرُوْنَ عَلَیَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِیْزَانِ قَالَ فَقَالَ أَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ لَوْ وَزَنْتَہ‘ بِاُمَّتِہٖ لَرَجَحَھَا۔

(دلائل النبوۃ، لابی نعیم، ص: ۱۷، دارمی، رقم: ۱۴، الخصائص الکبری، ج: ۱، ص: ۶۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز سے یہ علم ہوا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنی نبوت کا) یقین ہو گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! میرے پاس دو فرشتے آئے اور میں بطحاء مکہ میں تھا۔ ایک زمین پر اترا جبکہ دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان رہا۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی

ہیں۔اس نے کہا: ہاں، ایک نے کہا: انہیں ایک آدمی کے ساتھ تولو، پھر میرا اس کے ساتھ وزن کیا گیا اور میرا پلڑا بھاری نکلا، پھر کہا: انہیں دس آدمیوں کے ساتھ تولو، پس میرا ان کے ساتھ وزن کیا گیا تو میرا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر اس نے کہا: انہیں ایک سو آدمیوں کے ساتھ تولو، پس میرا ان کے ساتھ وزن کیا گیا تو میرا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر اس نے کہا: انہیں ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ تولو پس میرا ان کے ساتھ وزن کیا گیا تو پھر میرا پلڑا بھاری نکلا میں نے دیکھا جیسے وہ ہلکے پلڑے سے میرے اوپر گر پڑیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اگر تم ان کا ان کی امت کے ساتھ بھی وزن کرو گے تو پھر بھی ان کا پلڑا بھاری نکلے گا۔

دلیل پنجم:

عَنْ عُتْبَةَ ابْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهُ رَجُلٌ "كَيْفَ كَانَ اَوَّلُ شَأْنِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ كَانَتْ حَاضِنَتِيْ مِنْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَابْنٌ" لَهَا فِيْ بَهْمٍ لَنَا وَلَمْ نَأْخُذْ مَعَنَا زَادٌ فَقُلْتُ يَا أَخِيْ اذْهَبْ فَأْتِنَا بِزَادٍ مِنْ عِنْدِ اُمِّنَا فَانْطَلَقَ أَخِيْ وَمَكَثْتُ عِنْدَ الْبَهْمِ فَأَقْبَلَ طَائِرَانِ أَبْيَضَانِ كَأَنَّهُمَا نَسْرَانِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ أَهُوَهُوَ قَالَ الْآخَرُ نَعَمْ فَأَقْبَلَا يَبْتَدِرَانِيْ فَأَخَذَانِيْ فَبَطَحَانِيْ لِلْقَفَا فَشَقَّا بَطْنِيْ ثُمَّ اسْتَخْرَجَا قَلْبِيْ فَشَقَّاهُ فَأَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَتَيْنِ سَوْدَاوَيْنِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ ائْتِنِيْ بِمَاءِ ثَلْجٍ فَغَسَلَ بِهِ جَوْفِيْ ثُمَّ قَالَ ائْتِنِيْ بِمَاءِ بَرَدٍ فَغَسَلَ بِهِ قَلْبِيْ ثُمَّ قَالَ ائْتِنِيْ بِالسَّكِيْنَةِ فَذَرَّهُ فِيْ قَلْبِيْ ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ حُصْهُ فَحَاصَهُ وَخَتَمَ عَلَيْهِ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ ثم قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اجْعَلْهُ فِيْ كِفَّةٍ واجْعَلْ أَلْفاً مِنْ أُمَّتِهِ فِيْ كِفَّةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَإِذَا أَنَا

أَنْظُرُ اِلَى الْاَلْفِ فَوْقِیْ أُشْفِقُ أَنْ یَخِرَّ عَلَیَّ بَعْضُهُمْ فَقَالَ لَوْ أَنَّ أُمَّتَهُ وُزِنَتْ بِهِ لَمَالَ بِهِمْ ثُمَّ انْطَلَقَا وَتَرَكَانِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَفَرِقْتُ فَرَقًا شَدِیْداً ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلَى اُمِّیْ فَأَخْبَرْتُهَا بِالَّذِیْ لَقِیْتُ فَأَشْفَقْتُ أَنْ یَّكُوْنَ قَدِ الْتَبَسَ لِیْ فَقَالَتْ أُعِیْذُكَ بِاللّٰهِ فَرَحَلَتْ بَعِیْراً لَهَا فَجَعَلَتْنِیْ عَلَى الرَّحْلِ وَرَكِبَتْ خَلْفِیْ حَتّٰى بُلُغْنَا اِلٰى اُمِّیْ فَقَالَتْ أَدَّیْتُ أَمَانَتِیْ وَذِمَّتِیْ وَحَدَّثْتُهَا بِالَّذِیْ لَقِیْتُ فَلَمْ یَرُعْهَا ذٰلِكَ وَقَالَتْ اِنِّیْ رَأَیْتُ حِیْنَ خَرَجَ مِنِّیْ یَعْنِیْ نُوْراً أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔

(دارمی، رقم ۱۳: مسند احمد، مسند الشامیین، رقم: ۱۶۹۹۰، المعجم الکبیر، ج:۱۷، رقم:۳۲۳، الاحاد و المثانی، رقم: ۱۳۶۹، المستدرک، ج:۲، ص:۶۱۶، الخصائص الکبری، ج:۱، ص:۲۴، دلائل النبوۃ للبیہقی، ج:۲، ص:۷).

عتبہ بن عبدالسلمی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کی اول نشانی کیا تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بنوسعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا، میں اوران کا بیٹا بکریاں چرانے کے لیے نکلے اورہم نے اپنے ساتھ کھانا نہیں لیا تھا، میں نے کہا: اے بھائی! جائیں اورامی جان سے کھانا لے آئیں۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں جانوروں کے پاس رہا، پھر گدھ ایسے دوسفید پرندے آئے، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، پھر وہ دونوں میری طرف لپکے، ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پشت کے بل لٹا دیا، پھرانہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا قلب نکالا اوراس سے دوسیاہ لوتھڑے نکالے، پھرایک نے دوسرے سے کہا: برف کا پانی لاؤ، پھرانہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا، پھر کہا: ٹھنڈا پانی لاؤ، پھراس سے میرے دل کو دھویا، پھر کہا: چھری لاؤ اور پھر ٹھنڈا پانی میرے دل میں چھڑکا۔ پھرایک نے اپنے ساتھی سے کہا: اس دل کو سیو، پس اس نے اسے سی دیا اوراس پر نبوت کی مہر لگا دی، پھرایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ایک پلڑے میں رکھواوران کی امت کے ایک ہزار افراد کو دوسرے پلڑے میں رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے

بعض مجھ پر گر پڑیں گے، پھر ان میں سے کسی نے کہا: اگر ان کا (پوری) امت کے ساتھ بھی وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا، پھر وہ دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سخت جدائی محسوس ہوئی۔ پھر میں اپنی (رضائی) امی جان کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی، ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی آفت آ جائے گی، انہوں نے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں، وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا، حتی کہ ہم میری والدہ تک پہنچ گئے، میری (رضائی) ماں نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟ اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا، میری والدہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوئیں اور فرمایا: میں نے دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

دلیل ششم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں:

يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا اَوَّلُ مَا ابْتُدِئْتَ بِهِ مِنْ أَمْرِ النُّبُوَّةِ فَقَالَ اِذْسَأَلْتَنِىْ اَنِّىْ لَفِىْ صَحْرَاءَ اَمْشِىْ ابْنَ عَشْرِ حِجَجٍ اِذَا اَنَا بِرَجُلَيْنِ فَوْقَ رَأْسِىْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَانِىْ فَلَصَقَانِىْ بِحَلَاوَةِ الْقَفَا، ثُمَّ شَقَّا بَطْنِىْ فَكَانَ جِبْرِئِيْلَ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِىْ طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ وَكَانَ مِيْكَائِيْلُ يَغْسِلُ جَوْفِىْ......

الخ۔ (دلائل النبوہ، لابی نعیم، ص: ۱۷، الخصائص الکبری، ج: ۱، ص: ۶۴)

یا رسول اللہ! آپ کے معاملہ نبوت کی اولین علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے یہ سوال کیا تو سنو! میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جا رہا تھا، میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی، ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے کہا: ہاں!، ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرا دیا، پھر میرا پیٹ شق کیا، حضرت جبرئیل سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے اور حضرت میکائیل میرے پیٹ کو دھو رہے تھے...... الخ۔

اولا: اس حدیث سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب دس برس کی تھی، اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا علم ویقین تھا۔

ثانیا: اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کا کلام سنا جبکہ حدیث شریف میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص نبی نہ ہو اور وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

بَعَثَ الْعَبَّاسُ ابْنَہ' عَبْدَاللہ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَنَامَ وَرَاءَ ہٗ وَعِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ فَالْتَفتَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَتٰی جِئْتَ یَا حَبِیْبِیْ قَالَ مُذُسَاعَۃٍ قَالَ ھَلْ رَأَیْتَ عِنْدِیْ اَحَدًا قَالَ نَعَمْ رَأَیْتُ رَجُلاً قَالَ ذَاکَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ یَرہ' خَلْقٌ' اِلَّا عُمِیَ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیًّا وَلٰکِنْ اَنْ یَّجْعَلَ ذٰلِکَ فِیْ آخِرِ عُمُرِکَ۔ (المستدرک، ج:۳، ص:۵۳۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سو گئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟ انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی، آپ نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا، آپ نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اور مخلوق میں سے جو بھی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا، سوائے اس کے کہ وہ نبی ہو، لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

وَلَمَّا رَأَی ابْنُ عَبَّاسٍ جِبْرِیْلَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: لَنْ یَّرَاہ' خَلْقٌ'

اِلَّا عُـمِـیَ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا وَلٰکِنْ یَکُوْنَ ذٰلِکَ اٰخِرَ عُمُرِکَ رواہ الحاکم وَکَذَا رَاٰتْـهُ عَـائِشَةُ رضـی اللہ عـنـها وَ زَیْدُ بْنُ اَرْقَم وخلق لَمَّا جاء یَسْاَلُ عَنِ الْاِیْمان، ولم یعْمُوْا لِاَنَّ الظَّاهِر اَنَّ الْمُرَادَ مَنْ رَاٰه مُنْفَرِدًا به کرامة لَهُ۔

(الفتاوی الحدیثیه. ص ۹۱)

(یعنی) مخلوق میں سے جو بھی انہیں دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوائے اس کے کہ وہ نبی ہو اور تمہیں آخری عمر میں نابینا کیا جائے گا۔ اسے امام حاکم نے نقل کیا اور اسی طرح آپ کو حضرت عائشہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما اور خلق نے دیکھا جب آپ ایمان کے بارے میں پوچھنے کے لیے آئے تھے لیکن وہ نابینا نہیں ہوئے کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو آپ کو تنہا دیکھے، یہ آپ کی عظمت کے لیے ہے۔

پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن مبارک میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے ارشاد کے مطابق آخر عمر میں معاذ اللہ نابینا ہو جاتے لیکن ایسا ہرگز نہ ہوا تو معلوم ہوا جس وقت بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے۔

مذکورہ بالا روایات بالکل واضح انداز میں اس حقیقت کو آشکار کر رہی ہیں کہ:

☆ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بچپن ہی میں اپنی نبوت کا نہ صرف علم تھا بلکہ محکم یقین تھا۔

☆ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شق صدر کے واقعہ کو اپنی نبوت پر بہ طور دلیل بیان فرمایا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک بچپن میں بھی نبی تھے۔

☆ فرشتوں نے ان روایات کی تصریح کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے تولا ہے تو لامحالہ یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

مبارک بچپن میں بھی نبی تھے کیونکہ امت تو بہر حال نبی ہی کی ہوتی ہے۔

نوٹ: امام احمد رضا خان ارشاد فرماتے ہیں:

''ہاں ملائکہ کو ان کی شکل میں دیکھنا اور ان کا کلام سننا ان دونوں باتوں کا اقتران غیر نبی کے لیے نہیں ہوتا۔ اب غیر نبی اگر ان کو دیکھے تو اس وقت ان کا کلام نہ سنے گا اور اگر ان کا کلام سنے ایسے وقت میں ان کو ان کی شکل میں نہ دیکھے گا جیسا کہ اس پر امام الطائفہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے نص فرمائی۔''

(المعتمد المستند مع المعتقد المنتقد، ص: ۱۷۹)

قارئین کرام! دلیل ششم کے تحت ہم نے جو حدیث مبارک پیش کی ہے اس میں یہ صراحت پائی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کو دیکھا بھی اور ان کا کلام بھی سنا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جس وقت میں ان کا کلام سن رہا تھا اس وقت وہ میری نظروں سے غائب یا اوجھل ہو گئے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی منصب نبوت پر فائز تھے۔

دلیل ہفتم:

ایک مرتبہ کچھ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا:

أَخْبِرْنَا عَنْ عَلَامَةِ النَّبِيِّ قَالَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔

(مسند احمد، رقم: ۲۳۵۳، بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۲۹۶۳)

ہمیں نبی کی علامت بتائیں، فرمایا: نبی کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا۔

محترم قارئین! سرور انبیاء علیہ السلام نے حالت نیند میں دل کا بیدار ہونا انبیاء کی علامت بتائی ہے نہ کہ ولیوں کی۔ اب آیئے شام کے سفر کے دوران بحیرہ راہب کے پوچھے گئے سوال اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیئے گئے جواب کو ملاحظہ فرمائیں:

سَأَلَه، عَنْ نَوْمِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔

(الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۸۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص: ۵۲)

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

لیجئے! مسئلہ حل ہو گیا۔ اب اس روایت کے بعد کسی بھی عاشق و محبّ اُمتی کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن مبارک میں منصب نبوت پر فائز ہونے کے بارے میں قطعاً کسی شک و شبہ یا انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

دلیل ہشتم:

وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں:

مِنْ نَبِیٍّ اِلٰی نَبِیٍّ حَتّٰی اُخْرِجْتُ نَبِیًّا۔

(المعجم الکبیر، ج: ۱۱، ص: ۲۸۷، رقم: ۱۲۰۲۱، تفسیر ابن ابی حاتم، ج: ۹، ص: ۲۸۲۸، الطبقات الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۲۵، الجامع لاحکام القرآن، ج: ۱۳، ص: ۳۰، ابن کثیر، ج: ۳، ص: ۳۵۷، روح البیان، ج: ۶، ص: ۳۱۳، المواھب اللدنیہ، ج: ۱، ص: ۱۲۸)

یعنی ایک نبی (کی پشت) سے دوسرے نبی تک حتیٰ کہ مجھے اس حال میں ظاہر فرمایا کہ میں نبی تھا۔

اس حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نسب میں سے اعلیٰ و ارفع ترین ہستیوں یعنی انبیاء کرام کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ مجھے نبی بنا کر ظاہر فرمایا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر سے ظہور کے وقت بھی نبی تھے۔

ہو نہ ہو آج کچھ میرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ میری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

دلائل کا تجزیہ:

فاضل مصنف نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے جن آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے ان کے بارے میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں۔

ووجدک ضالاً فھدی (الضحیٰ:۷) سے استدلال:

مولانا نے اس آیت کا ترجمہ کنزالایمان سے لکھا ہے یعنی "ہم نے آپ کو اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" پھر لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چالیس سال سے قبل نبی نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ نبی محبت الٰہی میں ازخودرفتہ نہیں ہوتا۔"

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس ترجمہ سے خاص طور پر چالیس برس کی مدت کے تعین کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی نہ ہونے کا اثبات کرنا صرف مولانا کا ہی خاصہ ہے وگرنہ اگر آپ حساس ترین خوردبین بھی استعمال کرلیں تو پھر بھی آپ کو یہ نظریہ اس ترجمہ سے ہرگز نہیں ملے گا----- اور ملے گا بھی کیسے، جب خود صاحب ترجمہ علیہ الرحمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت بھی نبی ہونے کے قائل ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ واقعی مولانا اتنے باریک بین واقع ہوئے ہیں کہ جس چیز کا وجود نہ بھی ہو وہ بھی انہیں نظر آجاتی ہے جیسے عین دوپہر کے وقت ریگستان میں سفر کرتے ہوئے پیاس سے بے چین مسافر کو اپنے سامنے پانی نظر آتا ہے لیکن وہ پانی نہیں بلکہ سراب ہوتا ہے۔

پھر مولانا نے امام ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمہ کی درج ذیل پسندیدہ توجیہ پیش کی ہے:

ووجدک ضالا عن النبوۃ ای جاھلاً فھداک للنبوۃ

"اور آپ کو نبوت سے لاعلم پایا تو نبوت کی طرف ہدایت فرمائی۔"

پھر تفسیر کبیر سے ایک توجیہ پیش کی، جس کا لب لباب بھی یہی ہے کہ آپ نبوت سے لاعلم تھے۔اس سلسلہ میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں:

اولاً: مولانا نے جو ترجمہ اختیار فرمایا اس میں اور تفسیری اقوال میں کوئی مطابقت نہیں کیونکہ ترجمہ میں ضال بہ معنی ''محبت میں خود رفتہ'' یعنی محبت میں مستغرق ہے جب کہ تفسیری اقوال میں ضال بہ معنی معاذ اللہ ''جاہل''۔

ثانیاً: ہم آئندہ صفحات پر جو تحقیق پیش کریں گے اس سے نبوت کے بارے میں جہالت یا لاعلمی پر مبنی اقوال کا مرجوح ہونا اظہر من الشمس ہو جائے گا لہٰذا ہم ایسے کسی بھی قول کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے جو ان صحیح روایات سے متصادم ہو۔

ثالثاً: تفسیر ''تاویلات اھل السنۃ'' میں اعلم الخلق، عالم ما کان وما یکون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ ''جاہل'' کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا بھی ایک تشویش ناک امر ہے۔اگر امام صاحب علیہ الرحمہ نے واقعی یہ لفظ استعمال فرمایا ہے اور یہ کسی قسم کی تحریف کا نتیجہ نہیں تو ہم اس قول سے مکمل طور پر برأت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ کتب عقائد میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے لیے برے الفاظ سے اجتناب کرنا چاہیے اور قبیح عبارت جیسے لفظ جہل، کذب، معصیت، سے پرہیز کرنا چاہیے چنانچہ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ کا تعاقب کرتے ہوئے امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے جس سے منع فرمایا اسی میں پڑے...... ان کے لیے مناسب یہ تھا کہ یوں کہتے یعنی ''تم کو پایا کہ اب تک تمہارے پاس ایمان کی تفاصیل کا علم نہ آیا تو تم کو راہ دی اور تم کو عطا کیا۔'' کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے رب نے کس طرح فرمایا ''ماکنت تدری'' یہ نہ فرمایا کہ ''تم جاہل تھے'' تو پاکی ہے اس ذات کی جس نے محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑھائی۔" (المعتمد المستند (مترجم)، ص ۲۶۸)

نیز تاویلات اہل السنہ کے حوالے سے آپ نے "ضالاً عن النبوۃ ای جاہلاً" والی عبارت جو نقل کی ہے یہ ہرگز اس طرح ان الفاظ کے ساتھ وہاں موجود نہیں۔ یہ عبارت حضرت صاحب کی ایجاد کردہ ہے جو کہ امام صاحب پر بہتان، اہل سنت پر نہایت ثقیل اور مخالفین اہل سنت کی ہر دل عزیز ہے۔

اس کے بعد مولانا نے مختلف کتب کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی اور اس سے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے نبی نہیں تھے۔ ہم وہ روایت صحیح ابن حبان سے تفصیلاً قارئین کے لیے تحریر کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا هَمَمْتُ بِقَبِيحٍ مِمَّا هَمَّ بِهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ اِلَّا مَرَّتَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ كِلْتَاهُمَا عَصَمَنِيَ اللّٰهُ مِنْهَا قُلْتُ لَيْلَةً لِفَتًى كَانَ مَعِيَ مِنْ قُرَيْشٍ بِاَعْلٰى مَكَّةَ فِيْ غَنَمٍ لِاَهْلِنَا يَرْعَاهَا اَبْصِرْ لِيْ غَنَمِيْ حَتّٰى اَسْمُرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ بِمَكَّةَ كَمَا يَسْمُرُ الْفِتْيَانُ قَالَ: نَعَمْ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا جِئْتُ اَدْنٰى دَارٍ مِنْ دُوْرِ مَكَّةَ سَمِعْتُ غِنَاءً وَصَوْتَ دُفُوْفٍ (وَمَزَامِيرَ) قُلْتُ: مَاهٰذَا؟ قَالُوْا: فُلَانٌ" تَزَوَّجَ فُلَانَةً، لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِنْ قُرَيْشٍ، فَلَهَوْتُ بِذَالِكَ الْغِنَاءِ وَبِذٰلِكَ الصَّوْتِ حَتّٰى غَلَبَتْنِيْ عَيْنَايَ فَنِمْتُ فَمَا اَيْقَظَنِيْ اِلَّامَسُّ الشَّمْسِ فَرَجَعْتُ اِلٰى صَاحِبِيْ فَقَالَ: مَا فَعَلْتَ؟ فَاَخْبَرْتُهُ، ثُمَّ فَعَلْتُ لَيْلَةً اُخْرٰى بِمِثْلِ ذٰلِكَ فَخَرَجْتُ فَسَمِعْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقِيْلَ لِيْ مِثْلَ مَا قِيْلَ لِيْ فَسَمِعْتُ كَمَا سَمِعْتُ حَتّٰى غَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ فَمَا اَيْقَظَنِيْ اِلَّا مَسُّ الشَّمْسِ ثُمَّ رَجَعْتُ اِلٰى صَاحِبِيْ فَقَالَ لِيْ: مَا فَعَلْتَ؟ قُلْتُ: مَا فَعَلْتُ شَيْئًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَوَاللّٰهِ مَا هَمَمْتُ بَعْدَهُمَا بِسُوْءٍ مِمَّا يَعْمَلُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ حَتّٰى اَكْرَمَنِيَ اللّٰهُ بِنُبُوَّتِهٖ (ج: ۹، ص ۵۵-۵۶)۔

مفہوم: یعنی میں نے سوائے دو مرتبہ کے کبھی بھی کسی قبیح کام کا ارادہ نہیں کیا جو دور جاہلیت میں لوگ کرتے تھے اور دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے میری حفاظت فرمائی، ایک رات میں نے ایک قریشی نوجوان جو کہ مکہ کے بلند مقام پر میرے ساتھ بکریاں چراتا تھا، سے کہا کہ میری بکریوں کی حفاظت کرو حتی کہ میں اس رات مکہ میں باتوں میں مشغول ہو جاؤں جس طرح کہ نوجوان باتیں کرتے ہیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پس میں چلا گیا اور جب میں مکہ کے نشیبی گھروں کے پاس آیا تو میں نے گانے اور دف کے بجنے کی آواز سنی۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: فلاں شخص نے فلاں عورت سے شادی کی ہے فلاں قریشی آدمی نے قریشی عورت سے شادی کی ہے۔ پس میں وہ گانا سننے لگا (معاذ اللہ) حتی کہ میری آنکھیں مجھ پر غالب آ گئیں اور میں سو گیا اور مجھے صرف سورج ہی نے جگایا۔ پس میں اپنے دوست کے پاس واپس آیا۔ اس نے کہا: آپ نے کیا کیا؟ میں نے اسے بتایا۔ اگلی رات میں نے پھر اسی طرح کیا۔ میں وہاں سے چلا گیا، پس میں نے اس کی مثل سنا، مجھے وہی کہا گیا جو مجھے کہا گیا تھا۔ پس میں نے سنا جیسا کہ میں نے سنا تھا حتی کہ مجھ پر میری آنکھیں غالب آ گئیں اور مجھے صرف سورج ہی نے جگایا۔ پھر میں اپنے دوست کے پاس واپس آیا تو اس نے مجھ سے کہا: آپ نے کیا کام کیا؟ میں نے کہا جو کچھ میں نے کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے ان دو واقعات کے بعد کبھی بھی ایسے برے کام کا ارادہ نہیں کیا جو اہل جاہلیت کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا۔

قارئین محترم! اس سے پہلے کہ ہم اس حدیث کے متعلق کسی قسم کی رائے کا اظہار کریں ہم ذیل میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں محققین کی آراء پیش کرتے ہیں:

(1) امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کُلُّهُمْ مُنَزَّهُوْنَ عَنِ الصَّغَائِرِ وَالْکَبَائِرِ

وَالْکُفْرِ وَالْقَبَائِحِ (الفقہ الاکبر، ص: ۵۶)

''تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے اور کفر اور قبیح افعال سے پاک ہوتے ہیں۔''

۲: حضرت علامہ علی قاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْعِصْمَةُ ثَابِتَةٌ لِّلْاَنْبِيَاءِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَبَعْدَهَا عَلَى الْاَصَحِّ۔

صحیح مذہب میں انبیاء کرام کے لیے یہ عصمت قبل از نبوت بھی ثابت ہے اور بعد از نبوت بھی۔

۳: علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی (المتوفی: ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:

مَا هُوَ الْمُخْتَارُ عِنْدَنَا وَهُوَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ فِيْ زَمَانِ نُبُوَّتِهِمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكَبَائِرِ مُطْلَقًا وَعَنِ الصَّغَائِرِ عَمَدًا۔

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقاً گناہ کبیرہ اور عمداً صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ (شرح مواقف، ج: ۸، ص: ۲۶۵)

۴: صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (المتوفی: ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں:

اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۸)

نوٹ: یاد رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبل النبوۃ و بعدھا کا اطلاق ہمیں مضر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بچپن سے ثابت ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جب بھی یہ اصطلاح استعمال کی جائے گی اس میں لفظ ''اعلان'' مقدر تسلیم کیا جائے گا۔ مزید تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمارے نبی علیہ السلام بعثت سے قبل بھی ہر قسم

کے کبیرہ گناہوں سے معصوم تھے۔ لہٰذا ایسی روایت جو ہمارے پاک نبی علیہ السلام کے پاک دامن کو درج ذیل گناہوں:

۱: معصیت کا عزم

۲: گناہ کی مجلس کی طرف ارادۃً جانا

۳: گانا وغیرہ سننا

۴: قبیح اعمال پر مبنی ایسی مجلس میں شریک ہونا

سے معاذ اللہ ملوث کرنے کی کوشش کرے ہم اسے ہرگز تسلیم نہیں کریں گے بلکہ جمہور علماء و محققین کی ہدایت کے مطابق مردود تسلیم کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں:

- علامہ سعد الدین بن عمر تفتازانی (المتوفی:۷۹۱ھ) لکھتے ہیں:

وَالْجَوَابُ عَنْهُ امَّا اِجْمَالاً اَنَّ مَانُقِلَ آحَادًا مَرْدُوْد"۔

اور اجمالی جواب یہ ہے کہ (خلاف عصمت) روایت جو خبر واحد ہو مردود تسلیم کی جائے گی۔

(شرح المقاصد، ج:۲، ص:۱۹۴، شرح المواقف، ج:۸، ص:۲۶۸)

- علامہ عبدالعزیز پر ہاروی فرماتے ہیں:

فَقَدْ صَرَّحَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ بِاَنَّ نِسْبَةَ الرُّوَاةِ اِلَى الْكِذْبِ اَوِ الْخَطَاءِ اَوْلٰى مِنْ نِسْبَةِ الْاَنْبِيَاءِ اِلَى الْمَعَاصِىْ۔

بے شک کئی ایک آئمہ نے تشریح فرمائی کہ راویوں کی طرف جھوٹ اور خطا کی نسبت اس بات سے بہتر ہے کہ گناہ کی نسبت انبیاء کی طرف کی جائے۔ (نبراس، ص:۴۵۵)

ہمارے پسندیدہ تفسیری اقوال:

اب اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہم اپنے پسندیدہ تفسیری اقوال قارئین کے ذوقِ طبع کے

لیے پیش کرتے ہیں:

پہلا قول: اس میں گمراہی کی نسبت قوم کی طرف ہے:

وَجَدَکَ ضَالًّا : اَیْ: فِیْ قَوْمٍ ضُلَّالٍ فَهَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِکَ۔

''یعنی آپ کو گمراہ قوم میں پایا تو آپ کے وسیلے سے ان کو ہدایت دی۔''

۱: السراج المنیر، لامام الخطیب الشربینی (المتوفی: ۹۷۷ھ) ج:۸، ص: ۳٦۸

۲: الفتوحات الالهیه، علامه سلیمان بن عمر المعروف بالجمل (المتوفی: ۱۲۰۴ھ) ج:۸، ص:۳٦۴

۳: اللباب فی علوم الکتاب، امام ابی حفص عمر بن علی ابن عادل (المتوفی: ۸۸۰ھ) ج:۲۰، ص:۳۸۹

۴: الصاوی، علامه احمد بن محمد صاوی (المتوفی: ۱۲۲۳ھ) ج:٦، ص: ۲۳۸۲

۵: الکشف والبیان، امام ابو اسحاق بن محمد ثعلبی (المتوفی: ۴۲۷ھ) ج:۱۰، ص:۲۲٦

٦: الکبیر، امام فخر الدین رازی (المتوفی: ٦۰٦ھ) ج:۳۲، ص:۱۹٦

۷: غرائب القرآن، علامه نظام الدین حسین بن محمد (المتوفی: ۷۲۸ھ) ج:۳۰، ص:۱۱۷

۸: تفسیر سمرقندی، علامه ابو اللیث نصر بن محمد (المتوفی: ۳۷۵ھ) ج:۳، ص:۴۸۷

۹: الوسیط، علامه طنطاوی مصری (المتوفی: ۱۳۵۹ھ) ج:۱۵، ص: ۴۳۰

۱۰: فتح البیان، نواب صدیق حسن (غیر مقلد) ج:۷، ص:۴۸۷

دوسرا قول: اس میں بھی گمراہی کی نسبت قوم کی طرف ہے لیکن انداز مختلف ہے:

وَجَدَ رَهْطَکَ ضَالًّا فَهَدَاهُ بِکَ۔

آپ کی قوم کو گمراہ پایا تو آپ کے ذریعے اسے ہدایت دی۔

۱: ''النهر الماد''، علامه ابو الحیان محمد اندلسی (المتوفی: ۷۵۴ھ) ج:۴، ص: ۱۲۷۸

۲: اللباب فی علوم الکتاب، امام محمد بن علی ابن عادل (المتوفی: ۸۸۰ھ) ج:۲۰، ص:۳۹۱

۳: روح المعانی، علامه سید محمود آلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) ج:۳۰، ص: ۵۳۲

۴: البحر المحیط، علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی (المتوفی: ۷۵۴ھ) ج:۸، ص:۴۸۶

۵: تفسیر ماجدی، عبدالماجد دریا آبادی (دیوبندی)، ج:۷، ص:۱۲۰۰،

۶: علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی (المتوفی: ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

وقرء الحسن: وَوَجَدَکَ ضَالٌّ فَهُدِیَ، اَیْ وَجَدَکَ الضَّالُّ فَاهْتُدِیَ بِکَ (النکت والعیون، ج:۶، ص:۲۹۴)

۷: یہ تفسیر امام قرطبی نے بھی فرمائی ہے: (الجامع لاحکام القرآن، جز:۲۰، ص:۹۰)

تیسرا قول:

اَیْ وَحِیْدًا لَیْسَ مَعَکَ نَبِیٌّ غَیْرُکَ فَهَدَیْتُ بِکَ الْخَلْقَ اِلَیَّ۔

۱: (الکشف والبیان، ج:۱۰، ص:۲۲۸)

یعنی آپ کو تنہا پایا، آپ کے ساتھ کوئی اور نبی نہیں تھا پس آپ کے ذریعے میں نے مخلوق کو اپنی طرف ہدایت دی۔

۲: یہی تفسیر ملاحظہ فرمائیں: (تفسیر الثعالبی، ج:۵، ص:۲۰۲)

قارئین محترم! ضال اور عائل کی نسبت قوم کی طرف کرنے کو درج ذیل روایت سے تقویت ملتی ہے جو کہ مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل فرمائی، ملاحظہ فرمائیں:

''جب جعرانہ کے اموال غنیمت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش و دیگر اقوام عرب کو عطا فرمائے اور انصار کرام نے اس میں سے کوئی شے نہ پائی، انہیں (اس خیال سے کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر اب وہ نظر توجہ و کرم نہ رہی شاید اب اپنی قوم قریش کی طرف زیادہ التفات فرمائیں بمقتضائے سنت عشاق کہ دوسروں پر لطف محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ و کبیدہ ہوتے ہیں) ملال گزرا یہاں تک کہ بعض کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا، خاطر انور پر ناگوار گزرا انہیں جمع کر کے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ اَلَمْ اَجِدْكُمْ عَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ۔

کیا میں نے تمہیں نہ پایا گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمہیں راہ دکھائی کیا میں نے تمہیں نہ پایا محتاج پس اللہ عزوجل نے تمہیں تونگری دی۔" (الامن و العلیٰ، ص: ٦٦)

یہ حدیث مبارک بعینہ یا الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ان کتب احادیث میں موجود ہے:

۱: صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۳۹۸۵ ۲: صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۷۵۸

۳: مسند احمد، مسند المدنیین، رقم: ۱۵۸۷۴

نبوت سے لاعلم:

اسی طرح مولانا نے یہ توجیہ بھی پیش کی ہے کہ آقا علیہ السلام اپنی نبوت سے لاعلم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امید بھی نہ تھی اور نہ ہی آپ علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گزرا کہ آپ علیہ السلام کو نبی بنایا جائے گا۔

معزز قارئین! آیئے! اب اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کی عمر مبارک سے پہلے اپنی نبوت کا علم تھا یا نہیں۔

۱: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ابو طالب شام کی طرف گئے، ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے شیوخ تھے۔ جب وہ ایک راہب کے پاس پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنا سامان سفر کھول دیا۔ ان کے پاس وہ راہب آیا، اس سے پہلے وہ وہاں سے گزرتے تھے تو وہ راہب ان کے پاس نہیں آتا تھا اور نہ ہی ان کی طرف توجہ کرتا تھا۔ ابھی وہ اپنا سامان کھول رہے تھے کہ وہ راہب ان کے درمیان آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

هٰذَا سَيِّدُ الْعٰلَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ يَبْعَثُهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

"یہ سید العالمین ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ ان کو رحمۃ للعٰلمین بنا کر مبعوث

فرمائے گا۔''

قریش کے شیوخ نے راہب سے کہا: تمہیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟ راہب نے کہا: جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو ہر پتھر اور درخت سجدے میں گر گیا تھا اور وہ نبی کے علاوہ اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ابھری ہوئی ہے۔ پھر وہ لوٹ گیا اور ان سب کے لیے کھانا بنا کر لایا، پھر جب وہ ان کے پاس پہنچا تو وہ اونٹوں کو چرا رہے تھے، اس نے کہا: ان کو بلاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اس وقت بادل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سایہ کر رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس پہنچے تو سب لوگ درخت کے سایہ میں پہلے ہی بیٹھ چکے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مڑ گیا۔ راہب نے کہا: درخت کے سایہ کو دیکھو وہ آپ پر جھک گیا۔ راوی فرماتے ہیں: جب راہب لوگوں کے پاس کھڑا تھا تو وہ ان سے کہنے لگا: ان کو روم کی طرف نہ لے جانا، کیونکہ اگر رومیوں نے ان کو دیکھ لیا تو ان کی صفت سے ان کو پہچان کر قتل کر دیں گے، پھر اس نے دیکھا تو سات رومی ان کے سامنے آ گئے۔ اس نے کہا: تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ نبی اس مہینہ آنے والا ہے اور ہم نے ہر راستے میں اس کی تلاش میں لوگوں کو مامور کر دیا ہے اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ اس راستہ میں آنے والا ہے۔ راہب نے کہا: کیا تمہارے پیچھے تم سے کوئی بہتر آدمی بھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے اس راستے کی خبر دی گئی ہے۔ راہب نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کام کو کرنا چاہتا ہو کیا اس کو کوئی شخص رد کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور وہاں پر ٹھہر گئے۔ پھر راہب نے کہا: میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ ان کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ابوطالب ہیں، پھر وہ راہب ان سے باتیں کرتا رہا حتی کہ ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا اور حضرت ابوبکر و حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کو (یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھیج دیا اور راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روٹی اور زیتون بطور زادِ راہ دیا۔"

(ترمذی، ج:۲، ص:۲۰۲، الخصائص الکبرىٰ، ج:۱، ص:۸۳،دلائل النبوة للبيهقي، ج:۲، ص:۲۴)

یہ واقعہ معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے:

(السيرة النبوية لابن هشام، ج:۱، ص:۱۹۳، البداية والنهاية، لابن كثير، ج:۲، ص:۲۸۳)

- امام ترمذی اس حدیث کو تحریر فرما کر لکھتے ہیں:

حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ یعنی یہ حدیث حسن غریب ہے۔

- امام حاکم فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْح" عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ۔

یعنی یہ حدیث امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک، ج:۲، ص:۶۱۶)

- امام بیہقی فرماتے ہیں:

فَاَمَّا الْقِصَّةُ فَهِيَ عِنْدَ اَهْلِ الْمَغَازِيْ مَشْهُوْرَة"۔ (ج:۲، ص:۲۶)

یعنی یہ واقعہ اہل مغازی کے ہاں مشہور ہے۔

- الخصائص الکبرىٰ میں ہے:

وَلَهَا شَوَاهِدُ عِدَّة" سَاُوْرِدُهَا تَقْضِيْ بِصِحَّتِهَا۔

اس کے کئی شواہد ہیں جنہیں میں عن قریب ذکر کروں گا جو کہ اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ (ج:۱، ص:۸۴)

- امام احمد رضا خان یہ حدیث مبارک بیان فرمانے سے پہلے تحریر فرماتے ہیں:

"ابن ابی شیبہ و ترمذی بہ افادہ تحسین اور حاکم بہ تصریح تصحیح اور ابونعیم و خرائطی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ......" (تجلى اليقين، ص:۹۵)

اس صحیح روایت سے نہ صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۴۰ برس کی عمر مبارک سے پہلے بھی نبی تھے جیسا کہ پتھروں اور درختوں کے سجدہ کرنے سے ثابت ہوا بلکہ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بحیرا راہب نے جب امام الانبیاء قائد المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو فوراً سمجھ گیا کہ یہی وہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی بشارت ان کی کتب مقدسہ میں دی گئی ہے۔

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ خَلَقَ اللّٰہُ مِائَۃَ اَلْفِ نَبِیٍّ وَّاَرْبَعًا وَّعِشْرِیْنَ اَلْفِ نَبِیٍّ مَا مِنْھُمْ مِنْ نَبِیٍّ عَلِمَ اَنَّہٗ نَبِیٌّ'' حَتّٰی بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَھُوَ اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً. اِلَّا عِیْسٰی فَاِنَّہٗ لَمَّا نَزَلَ مِنْ جَوْفِ اُمِّہٖ قَالَ ﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ﴾ وَابْنُ اَخِیْکَ۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج: ۲، ص: ۱۴۱)

اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پیدا فرمائے ان میں سے کوئی نبی یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ نبی ہے حتیٰ کہ وہ اپنے زور کو پہنچے اور وہ چالیس سال کی عمر ہے، سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کہ جب وہ اپنی والدہ کے بطن اطہر سے باہر تشریف لائے تو آپ نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور آپ کے بھائی کا بیٹا۔

اس روایت سے کم از کم یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو چالیس برس کی عمر سے قبل ہی اپنی نبوت کا علم تھا۔ وللہ الحمد

۳: حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

اَتَانِیْ اٰتٍ وَّاَنَا بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانَ فَقَالَ ھَلْ شَعَرْتِ اِنَّکِ حَمَلْتِ؟ فَکَاَنِّیْ اَقُوْلُ مَا اَدْرِیْ، فَقَالَ: اِنَّکِ قَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَنَبِیِّھَا۔

یعنی سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت تھی کہ کوئی آنے والا آیا۔ اس نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ حاملہ ہیں؟ گویا کہ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم، پس اس نے کہا: آپ کے بطن میں اس امت کے سرداراور اس کے نبی تشریف لا چکے ہیں۔

(طبقات ابن سعد، ج: ۱، ص: ۹۸)

۴: حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور روایت کچھ اس طرح آئی ہے:

اَتَانِیُ فَقَالَ قُوْلِیُ اِذَا وَلَدْتِیْهِ اُعِیْذُه' بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ سَمِّیْهِ مُحَمَّدًا فَاِنَّ اِسْمَه' فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ اَحْمَدُ یَحْمَدُه' اَهْلُ السَّمَآءِ وَاَهْلُ الْاَرْضِ وَفِی الْقُرْآنِ مُحَمَّد'' وَالْقُرْآنُ کِتَابُه'۔

(سیرت حلبیہ، ج: ۱، ص: ۴۶)

میرے پاس آنے والا آیا۔ اس نے کہا کہ جب ان کی ولادت ہو جائے تو یہ دعا پڑھنا ﴿میں ہر حاسد و بدخواہ کے شر سے اسے اللہ وحدہ لاشریک کی پناہ میں دیتی ہوں﴾ پھر ان کا نام ''محمد'' رکھنا۔ بے شک ان کا نام تورات وانجیل میں ''احمد'' ہے۔ زمین والے اور آسمان والے سب ان کی تعریف کریں گے۔ قرآن مقدس میں ان کا محمد ہے اور قرآن مقدس ان کی کتاب ہے۔

۵: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کَانَ مِنْ دَلَالَاتِ حَمْلِ رَسُوْلِ اللهِ اَنَّ کُلَّ دَابَّةٍ کَانَتْ لِقُرَیْشٍ نَطَقَتْ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَقَالَتْ حَمِلَ بِرَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وسلم۔

(الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۴۷)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کا علم اس طرح ہوا کہ اس رات قریش کا ہر جانور گویا ہوگیا، وہ بولنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کے

رسول اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں رونق افروز ہو گئے ہیں۔

۶: سیرت حلبیہ میں ایک روایت کچھ اس طرح آئی ہے:

وَكَانَ لِهٰذَا السُّوْقِ عَرَّافٌ اَیْ مُنَجِّمٌ يُؤتٰی اِلَيْهِ بِالصِّبْيَانِ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَلَمَّا نَظَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیْ نَظَرَ اِلٰی خَاتَمِ النُّبُوَّةِ وَاِلَی الْحُمْرَةِ فِیْ عَيْنَيْهِ صَاحَ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ اُقْتُلُوْا هٰذَا الصَّبِیَّ فَلَيَقْتُلَنَّ اَهْلَ دِيْنِكُمْ وَلَيُكَسِّرَنَّ اَصْنَامَكُمْ وَلَيَظْهَرَنَّ اَمْرُهٗ عَلَيْكُمْ اَنَّ هٰذَا لَيَنْظُرُ اَمْرًا مِنَ السَّمَاءِ وَجَعَلَ يَغْرِیْ بِالنَّبِیِّ صلی الله عليه وسلم فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ وَلِهَ فَذَهَبَ عَقْلُهٗ حَتّٰی مَاتَ۔ (سیرت حلبیہ، ج: ۱، ص: ۹۶)

سوق عکاظ میں ایک کاہن تھا لوگ اپنے بچے دکھانے کے لیے اس کے پاس لے جاتے۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو دیکھا اور آنکھوں میں تیرتے ہوئے سرخ ڈورے دیکھے تو چیخ اُٹھا اور اس نے چلا کر کہا: اے اہل عرب اس بچے کو قتل کر دو ورنہ یہ تمہارے دین کے حامل افراد کو قتل کر دے گا اور تمہارے خداؤں کو توڑ دے گا اور اس کا دین تم پر غالب آ جائے گا۔ بے شک یہ آسمان سے امر (آنے) کا انتظار کرے گا۔ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غضب کا اظہار کرنے لگا، اسی حالت میں اس کا ذہن ماؤف ہو گیا اور اس کی عقل جاتی رہی اور وہ مر گیا۔

۷: امام سیوطی روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وسلم فَنَظَرْتُ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ يَخْتَلِفُ يَنْظُرُ اِلَیَّ فَقَالَ لِیْ يَا غُلَامُ مَا اسْمُكَ قُلْتُ اَحْمَدُ وَنَظَرَ اِلٰی ظَهْرِیْ فَاَسْمَعُهٗ يَقُوْلُ هٰذَا نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثُمَّ رَاحَ اِلٰی اَخْوَالِیْ فَاَخْبَرَهُمْ فَاَخْبَرُوْا

اُمِّیْ فَخَافَتْ عَلَیَّ وَخَرَجْنَا مِنَ الْمَدِیْنَةِ وَکَانَتْ اُمُّ اَیْمَنَ تُحَدِّثُ تَقُوْلُ اَتَانِیْ رَجُلَانِ مِنْ یُھُوْدٍ یَوْمًا نِصْفَ النَّھَارِ بِالْمَدِیْنَةِ فَقَالَا اَخْرِجِیْ لَنَا اَحْمَدَ فَاَخْرَجْتُه، فَنَظَرَا اِلَیْهِ وَقَلَّبَاه، مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِه ھٰذَا نَبِیُّ ھٰذِهِ الْاُمَّةِ وھٰذِهِ دَارُ ھِجْرَتِه۔ (الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۷۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میں نے ایک یہودی کو دیکھا جو بار بار آتا جاتا اور مجھے دیکھتا تھا بالآخر اس نے سوال کیا: اے بچے! تیرا نام کیا ہے؟ میں نے جواب دیا، احمد۔ اس نے میری پشت کو دیکھا۔ میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا، یہ بچہ اس امت کا نبی ہے۔ پھر وہ یہودی میرے ماموؤں کے پاس آیا اور انہیں یہ بات بتائی۔ ماموؤں نے میری امی جان سے بات کی تو انہیں میری وجہ سے فکر لاحق ہوئی اور انہوں نے مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرلیا اور حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ایک روز دو یہودی دوپہر کے وقت میرے پاس آئے، ایک نے کہا: ذرا احمد کو باہر لاؤ! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر باہر آئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت غور سے دیکھنا شروع کر دیا اور نشانیاں تلاش کرتے رہے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا، یہ بچہ اس امت کا نبی ہے اور یہ (مدینہ) اس کا دارالہجرت ہوگا۔

۸: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدِ بْنِ بَکْرٍ فَقَالَتْ اُمُّه، اٰمِنَةُ لِمُرْضِعَتِه اُنْظُرِیْ ابْنِیْ ھٰذَا فَسَلِیْ عَنْهُ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ کَاَنَّه، خَرَجَ مِنِّیْ شِھَابٌ اَضَاءَتْ لَهُ الْاَرْضُ کُلُّھَا حَتّٰی رَاَیْتُ قُصُوْرَ الشَّامِ فَسَلِیْ عَنْهُ فَلَمَّا کَانَ ذَاتَ یَوْمٍ مَرَّتْ بِه حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِذِی الْمَجَازِ اِذَا کَاھِنٌ'' مِنْ تِلْکَ الْکُھَّانِ وَالنَّاسُ یَسْئَلُوْنَه، فَقَالَتْ لَاَسْاَلَنَّ عَنِ ابْنِیْ ھٰذَا

مَا اَمَرَتْنِیْ بِهٖ اُمُّهٗ' اٰمِنَةُ قَالَ فَجَاءَ تْ بِهٖ فَلَمَّا رَاٰهُ الْکَاهِنُ اَخَذَ بِذِرَاعَیْهِ وَقَالَ اَیْ قَوْمِ اُقْتُلُوْهُ اُقْتُلُوْهُ اَیْ قَوْمِ اُقْتُلُوْهُ اُقْتُلُوْهُ فَوَثَبْتُ عَلَیْهِ فَاَخَذْتُ بِعَضُدَیْهِ وَاسْتَغَاثَتْ فَجَاءَ اُنَاسٌ کَانُوْا مَعَنَا فَلَمْ یَزَالُوْا حَتّٰی اِنْتَزَعُوْهُ مِنْهُ وَذَهَبُوْا بِهٖ۔ (دلائل النبوۃ، لابی نعیم، ج: ۱، ص: ۱۴۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں سے فرمایا: میرے اس بیٹے کو دیکھواور اس کے بارے میں پوچھنا میں نے دیکھا کہ جیسے مجھ سے نور خارج ہوا اس سے ساری زمین روشن ہوگئی حتی کہ میں نے شام کے محلات دیکھ لیے، پس اس کے بارے میں پوچھنا، پھر ایک دن ان کا ادھر سے گزر ہوا حتی کہ وہ ذوالمجاز پہنچے تو وہاں کاہنوں میں سے ایک کاہن تھا اور لوگ اس سے سوال کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اپنے اس بیٹے کے بارے میں ضرور پوچھوں گی جس کے بارے میں پوچھنے کے لیے ان کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مجھے کہا تھا۔ پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اس کے پاس آئی جب کاہن نے انہیں دیکھا تو اس نے بازوؤں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور کہا اے قوم اسے قتل کردو۔ اسے قتل کردو، اے قوم اسے قتل کردو اسے قتل کردو۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اچھل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھام لیا اور مدد کے لیے پکارا۔ پس جو آدمی ہمارے ساتھ تھے آ گئے اور انہوں نے اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے گئے۔

۹: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعَانِیْ اِلَی الدُّخُوْلِ فِیْ دِیْنِکَ اِمَارَةٌ لِنُبُوَّتِکَ رَأَیْتُکَ فِی الْمَهْدِ تُنَاغِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ اِلَیْهِ بِاِصْبَعِکَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْهِ مَالَ.

(الخصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۵۳)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والی ایک خاص نشانی نے مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند کے ساتھ باتیں کرتے اور انگلی مبارک کے ساتھ جس طرف اشارہ فرماتے تھے چاند اس طرف جھک جاتا تھا۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

۱۰: علامہ ابوالحیان اندلسی (المتوفی: ۷۵۴ھ) لکھتے ہیں:

اِنَّ عُمَرَ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَنْزَلَ عَلٰی نَبِیِّہٖ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ اَلْآیَۃ فَکَیْفَ ھٰذِہِ الْمَعْرِفَۃُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ یَا عُمَرُ لَقَدْ عَرَفْتُہٗ حِیْنَ رَأَیْتُہٗ کَمَا أَعْرِفُ ابْنِیْ وَمَعْرِفَتِیْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشَدُّ مِنْ مَعْرِفَتِیْ بِابْنِیْ فَقَالَ عُمَرُ وَ کَیْفَ ذٰلِکَ فَقَالَ أَشْھَدُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا وَقَدْ نَعَتَہُ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِنَا وَلَا أَدْرِیْ مَا یَصْنَعُ النِّسَاءُ فَقَالَ عُمَرُ وَفَّقَکَ اللّٰہُ یَا ابْنَ سَلَامٍ فَقَدْ صَدَقْتَ...... فَقَبَّلَ عُمَرُ رَأْسَہٗ۔ (البحر المحیط، ج: ۱، ص: ۴۳۵، تفسیر کبیر، جز: ۴، ص: ۱۱۶، روح المعانی، جز: ۱، ص: ۵۶۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی ہے کہ ﴿الذین اٰتیناھم الکتاب یعرفونہ﴾ تو یہ معرفت کیسی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اے عمر! جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں،

اور میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا کیسے ممکن ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کی ہیں اور اپنے بیٹوں کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ عورتیں کیا کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ ابن سلام اللہ تعالیٰ نے تمہیں توفیق دی ہے اور بے شک آپ نے سچ فرمایا...... پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر کو بوسہ دیا۔

۱۱: امام طبرانی (المتوفی: ۳۶۰ھ) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

خَرَجْتُ اَبْتَغِی الدِّیْنَ، فَوَافَقْتُ فِی الرُّهْبَانِ بَقَایَا اَهْلِ الْكِتَابِ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ ﴾ وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ: هٰذَا زَمَانُ نَبِیٍ قَدْ اَظَلَّ یَخْرُجُ مِنْ اَرْضِ الْعَرَبِ، لَهٗ عَلَامَاتٌ، مِنْ ذٰلِكَ شَامَةٌ مَدُوْرَةٌ بَیْنَ كَتِفَیْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، فَلَحِقْتُ بِاَرْضِ الْعَرَبِ، وَخَرَجَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم فَرَاَیْتُ مَا قَالُوْا كُلَّهٗ، وَرَاَیْتُ الْخَاتَمَ، فَشَهِدْتُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(لفظ للمعجم الكبير، ج: ٦، ص: ٢٦٧، مسند احمد، باقی مسند الانصار، رقم: ٢٢٦٢٠)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دین کو تلاش کرنے کے لیے نکلا تو مجھے اہل کتاب کے باقی لوگوں میں سے چند راہب ملے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿یعرفونه كما یعرفون ابناء هم﴾ وہ کہتے تھے کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں عنقریب سرزمین عرب سے ایک نبی ظاہر ہوگا، اس کی خاص علامات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے کندھوں کے درمیان تلوں کے گول مجموعہ کی شکل میں مہر نبوت ہوگی۔ میں عرب میں

پہنچا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا۔ میں نے ان تمام علامات کو دیکھا اور مہر نبوت کو بھی دیکھا پھر میں نے کلمہ پڑھ لیا **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔**"

۱۲: شیخ ابوحسن احمد بن عبداللہ البکری روایت کرتے ہیں:

فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا عَالِمَ الرُّهْبَانِ یَا فُلَیْقُ بْنُ یُوْنَانَ بْنِ عَبْدِ الصَّلِیْبِ ۔ فَقَالَ الرَّاوِیْ: فَلَمَّا سَمِعَ الرَّاهِبُ کَلَامَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: مَنْ اَخْبَرَکَ بِاِسْمِیْ وَاِسْمِ اَبِیْ وَجَدِّیْ؟ قَالَ: یَا رَاهِبُ، اَخْبَرَنِی الَّذِیْ اَخْبَرَکَ بِاَنِّیْ اُبْعَثُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ بِالْقُرْآنِ۔

(الانوار و مصباح السرور و الافکار و ذکر نور محمد المصطفٰی المختار، ص: ۱۴۹)

اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام اے راہبوں کے عالم! اے فلیق ابن یونان ابن عبدالصلیب! راوی نے کہا: پس جب راہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا تو کہا: آپ کو کس نے میرا نام اور میرے باپ اور دادا کا نام بتایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے راہب! مجھے اس ذات نے یہ خبر دی جس نے تمہیں یہ خبر دی کہ میں آخری زمانے میں قرآن مجید کے ساتھ مبعوث ہوں گا۔

۱۳: اس کتاب کے صفحہ: ۱۵۰ پر آتا ہے:

ثُمَّ اِنَّ الرَّاهِبَ رَمَقَ بِطَرْفِهٖ اِلَی السَّمَآءِ وَقَالَ: اِلٰهِیْ وَ سَیِّدِیْ وَمَوْلَاءِیْ اَرِنِیْ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ، فَاَرْسَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی الرُّوْحَ الْاَمِیْنَ جِبْرَائِیْلَ علیه السلام وَرَفَعَ ثِیَابَهٗ مِنْ ظَهْرِهٖ فَبَانَ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ فِیْ ظَهْرِهٖ وَسَطَعَ کَالشَّمْسِ الْمُضِیْئَةِ الْمُشْرِقَةِ بَیْنَ کَتِفَیْهِ فَسَطَعَ مِنْهُ نُوْرٌ" فَلَمَّا رَاٰی الرَّاهِبُ النُّوْرَ خَرَّ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰی، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ هٰذَا النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ" صلی اللہ

علیہ وسلم اَنْتَ الْمُنْتَظَرُ اِلٰی آخِرِ الزَّمَانِ۔

ترجمہ: پھر راہب نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور کہا: اے الٰہی، میرے مالک، میرے مولیٰ! مجھے مُہرِ نبوت دکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے روح امین حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سے مُہرِ نبوت ظاہر ہوگئی اور آپ کے شانوں کے مابین روشن و چمکدار سورج کی طرح چمکنے لگی۔ اس سے نور نکلنے لگا۔ جب راہب نے نور دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے میں گر گیا۔ پھر اس نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کا ہی آخری زمانے میں انتظار ہو رہا ہے۔

۱۴: حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہ اشعار جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنے انتقال کے وقت ارشاد فرمائے، درج ذیل ہیں:

بَارَکَ فِیْکَ اللّٰہُ مِنْ غُلَامٖ ... یَا ابْنَ الَّذِی مِنْ حَوْمَۃِ الْحِمَامِ

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْمُنْعَامِ ... فُوْدِیَ غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ

بِمِائَۃٍ مِّنْ اِبِلِ السُّوَامِ ... اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ ... مِنْ عِنْدِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَفِی الْحَرَامِ ... تُبْعَثُ بِالتَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ

دِیْنِ اَبِیْکَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ ... فَاللّٰہُ اَنْهَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ

اَنْ لَّا تُوَالِیْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب، ج: ۱، ص: ۳۱۰، الخصائص الکبری، ج: ۱، ص: ۷۹)

ترجمہ: اے ستھرے بیٹے اللہ تجھ میں برکت رکھے، اے بیٹے ان کے جنہوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی، بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے، جس صبح کو

قرعہ ڈالا گیا سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کیے گئے، اگر وہ اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو تُو جلیل و کریم رب تعالیٰ کی طرف سے سارے جہان کی طرف مبعوث ہوگا، تُو حق و صداقت اور اپنے دادا حضرت ابراہیم کے دین اور اسلام کی روشنی کے ساتھ حرم اور غیر حرم کے تمام علاقوں کی طرف مبعوث ہوگا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتوں سے روکا ہے کہ آپ ان بت پرستوں سے دوستی نہ کریں۔

نوٹ: امام احمد رضا خان (المتوفی: ۱۳۴۰ھ) بھی یہ روایت نقل فرمانے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

وَكَلِمَةُ اِنْ اِنْ كَانَتْ لِلشَّكِّ فَهُوَ غَايَةُ الْمُنْتَهٰى اِذْ ذَاكَ وَلَا تَكْلِيْفَ فَوْقَه، وَ اِلَّا فَقَدْ عُلِمَ مَجِيْئُهَا اَيْضًا لِّلتَّحْقِيْقِ لِيَكُوْنَ كَالدَّلِيْلِ عَلٰى ثُبُوْتِ الْجَزَآءِ وَتَحَقُّقِهٖ كَقَوْلِهٖ صلى الله عليه وسلم لِاُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا رَأَيْتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلٰثَ لَيَالٍ يَجِيْءُ بِكِ الْمَلَكُ فِيْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ لِيْ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَّجْهِكِ الثَّوْبَ فَاِذَا اَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ اِنْ يَّكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ۔

"کلمہ "ان" اگر شک کے لیے ہے تو وہ غایت منتہیٰ ہے اور اس سے اوپر کوئی تکلیف نہیں، ورنہ اس کا تحقیق کے لیے آنا بھی معلوم ہے تاکہ یہ جزاء کے ثبوت و تحقق پر دلیل کی طرح ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمانا کہ میں نے تجھے تین راتیں دیکھا فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) تجھے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھے کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تم تھی۔ میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ ضرور اس کو جاری فرمائے گا۔"

قارئین محتشم! ہم نے یہاں محض چند روایات نقل کر دی ہیں ورنہ کتب سیرت اس طرح کی روشن و مہکتی روایات سے بھری پڑی ہیں جو کہ اہل علم حضرات سے ہر گز مخفی نہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

الغرض:

- راہبوں، نجومیوں کو علم تھا کہ یہ بچہ عام بچہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ہے اور مُہرِ نبوت کو دیکھ کر ان کا یقین اور پختہ ہو جائے
- جانوروں کو ادراک ہو جائے کہ یہ نبی ہیں
- سنگ و درخت پہچانیں کہ یہ نبی ہیں اور سر بہ سجود ہو جائیں
- یہود و نصاریٰ جانیں یہ نبی ہیں
- حضرت عباس رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام کو دیکھیں تو سمجھ جائیں یہ نبی ہیں
- حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بشارتیں ملیں کے ان کے بطن اطہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہ وقت وفات اپنے لخت جگر سے خود فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے مبعوث فرمائے گا
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمائیں کہ ایک یہودی نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ بچہ اس امت کا نبی ہے
- بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں

لیکن ہائے شومئی قسمت! مولانا یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کا خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا جائے گا۔

افسوس صد افسوس! اپنے تو اپنے دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو دیکھ کر جان لیں کہ یہ نبی ہیں لیکن جس ذات کے مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت موجود ہے اسے اس بات کا کوئی علم نہیں کہ وہ نبی ہیں یا بہ قول مولانا انہیں نبی بنایا جائے گا۔

ع جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

دوسری آیت:

﴿مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ﴾ (شوریٰ، ۵۲)

''آپ نہیں جانتے تھے کتاب اور ایمان کو۔''

تجزیہ: اولاً: اس آیت کریمہ میں علم تفصیلی کی نفی ہے جیسا کہ صاحب مضمون نے بہ ذات خود ''تفصیلی'' اور ''تفصیلات'' ایسے الفاظ کا اضافہ کیا ہے اور علم تفصیلی کی نفی نبوت کی نفی کو مستلزم نہیں، علامہ غلام نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں:

''نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کا ذریعہ قرآن پاک ہے اور آپ کے علم کلی کی تکمیل قرآن پاک سے ہی ہوتی۔'' (مضمون، ص: ۸)

لہٰذا جب تک قرآن مقدس مکمل نہ ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تکمیل نہیں ہوئی لیکن اس بات کا کوئی شخص بھی مدعی نہیں کہ تکمیل علوم سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ نبی نہیں تھے۔ پس یہ استدلال بھی باطل و بے بنیاد ٹھہرا۔

محترم قارئین! اب ان مفسرین کی آراء آپ کے ملاحظہ کے لیے پیش کی جاتی ہیں جنہوں نے اس آیت میں تفصیلی علم کی نفی مراد لی ہے:

۱: حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی: ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ اَیْ عَلَى التَّفْصِیْلِ الَّذِیْ شَرَعَ لَکَ

فِی الْقُرْآن۔ (ج: ۴، ص: ۱۲۲)

آپ نہیں جانتے تھے کتاب اور ایمان کو یعنی اس تفصیل کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے قرآن مقدس میں مشروع فرمائی۔

۲: امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی (المتوفی: ۴۲۷ھ) بیان فرماتے ہیں:

یَعْنِیْ شَرَائِعَ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمَہ‘۔ (الکشف والبیان، ج: ۸، ص: ۳۲۶)

یعنی ایمان (احکام شرعیہ) کی تفصیلات۔

۳: امام محمد بن احمد مالکی قرطبی (المتوفی: ٦٦٨ھ) تحریر فرماتے ہیں:

فَقَالَ جَمَاعَۃ": مَعْنَی الْاِیْمَانِ فِیْ ھٰذِہِ الْآیَۃِ شَرَائِعُ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمُہ‘ وقِیْلَ: تَفَاصِیْلُ ھٰذَا الشَّرْعِ۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج: ١٦، ص: ۵۲)

ایک جماعت نے کہا: اس آیت میں ایمان کا معنی ایمان کی تفصیلات ہے اور کہا گیا ہے: اس شریعت کی تفاصیل۔

۴: علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن جوزی (المتوفی: ۵۹۷ھ) رقمطراز ہیں:

اَنَّ الْمُرَادَبِہٖ: شَرَائِعُ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمُہ‘۔ (زاد المسیر، ج: ۷، ص: ۲۹۸)

اس سے مراد ایمان (احکام شرعیہ) کی تفصیلات ہیں۔

۵: علامہ علی بن محمد خازن (المتوفی: ۷۲۵ھ) لکھتے ہیں:

فَقِیْلَ مَعْنَاہُ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ قَبْلَ الْوَحِیْ شَرَائِعُ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمُہ‘...... وَلَمْ تَتَبَیَّنْ لَہ‘ شَرَائِعُ دِیْنِہٖ اِلَّا بَعْدَ الْوَحِیْ اِلَیْہِ۔ (خازن، ج: ۴، ص: ۱۰۴)

اس کا معنی یہ ہے کہ وحی سے قبل آپ کو احکام شرعیہ کی تفاصیل کا علم نہیں تھا...... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے احکام شرعیہ کی تفاصیل وحی کے بعد ہی بیان کی گئی ہیں۔

۶، ۷: امام ابو محمد الحسین بن مسعود (المتوفی ۵١٦ھ) تحریر فرماتے ہیں:

یَعْنِیْ شَرَائِعَ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمَہٗ۔ (بغوی، ج:۴، ص:۱۱۸)

یعنی احکام شرعیہ کی تفاصیل۔ (اللباب فی علوم الکتاب، ج:۱۷، ص:۲۲۴)

۸،۹: علامہ احمد بن محمد صاوی (المتوفی:۱۲۲۳ھ) لکھتے ہیں:

اَیْ شَرَائِعَ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمَہٗ، کَالصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکَاۃِ وَالطَّلَاقِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَۃِ وَتَحْرِیْمِ الْمَحَارِمِ بِالْقِرَابَۃِ وَالصِّھْرِ وَالْمُرَادُ بِالْاِیْمَانِ اَلْاِسْلَامُ۔

(صاوی، ج:۵، ص:۱۸۸۴، الفتوحات الالٰھیہ، ج:۷، ص:۷۶)

یعنی کہ شرعی احکامات کی تفاصیل جیسا کہ نماز، روزہ، زکاۃ، طلاق، غسل، جنابت اور نسب اور صہریت (سسرالی رشتہ) کی وجہ سے حرمت (نکاح) اور ایمان سے مراد اسلام ہے۔

۱۰: علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی (المتوفی:۸۷۵ھ) رقمطراز ہیں:

وَلَا شَرَائِعُ الْاِیْمَانِ وَمَعَالِمُہٗ۔ (تفسیر الثعالبی، ج:۷، ص:۱۷۰)

۱۱: غیر مقلدین کے علامہ صدیق حسن علی قنوجی لکھتے ہیں:

اِنَّہٗ کَانَ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَعْرِفُ تَفَاصِیْلَ الشَّرَائِعِ وَمَعَالِمَھَا۔

(فتح البیان، ج:۶، ص:۲۱۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ کی تفاصیل سے واقف نہ تھے۔

۱۲: علماء دیوبند کے علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں۔ گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے۔" (تفسیر عثمانی، ص:۶۳۴)

ثانیاً: اس آیت میں علم کی نہیں بلکہ درایت کی نفی کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ درایت کا معنی کسی چیز کو اٹکل پچو یا حیلہ وغیرہ سے جاننا ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب وایمان کا جو اجمالی علم تھا وہ کسی حیلہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے تھا۔ علم اور درایت دو جدا جدا چیزیں ہیں

اور کتب تفاسیر ولغت سے اس پر حسب ذیل شواہد ہیں:

۱: علامہ حسین بن راغب اصفہانی (المتوفی:۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

اَلْمَعْرِفَةُ الْمُدْرَكَةُ بِضَرْبٍ مِنَ الْخَتْلِ۔ (المفردات، ص: ۱٦۸)

''وہ معرفت جو کسی قسم کے حیلہ سے حاصل کی گئی ہو۔''

۲: علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی (المتوفی:۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں:

دريته و دريته به او علمته او علمته بِضَرْبٍ مِنَ الْحِيْلَةِ وَلِذَا لاَ يُطْلَقُ عَلَى اللّٰهِ۔ (تاج العروس، ج: ۱۰، ص: ۱۲٦)

یعنی درایت تخمینہ یا ظن یا کسی حیلہ سے جاننے کو کہا جاتا ہے اسی لیے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولنا جائز نہیں۔

۳: معتزلہ کے علامہ جار اللہ زمخشری (المتوفی:۴٦۷ھ) تحریر کرتے ہیں:

جُعِلَ الْعِلْمُ لِلّٰهِ وَالدِّرَايَةُ لِلْعَبْدِ لما فِي الدِّرَايَةِ مِنْ مَعْنَى الْخَتْلِ وَالْحِيْلَةِ۔

(کشاف، ج: ۳، ص: ۵۰۵)

علم اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور درایت بندہ کے لیے کیونکہ حیلہ کے ساتھ علم کو درایت کہتے ہیں۔

۴: یہ بات علامہ نظام الدین الحسن بن محمد النیشا پوری نے بھی لکھی ہے:

(غرایب القرآن، ج: ۲۱، ص: ۵۹)

۵: علامہ احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی:۱۰٦۹ھ) لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ علم کو اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور درایت کو بندہ کے لیے کیونکہ درایت میں حیلہ کا معنی ہے۔ اس کی شرح میں علامہ خفاجی لکھتے ہیں ''دری'' اصل میں اس حلقہ کو کہتے ہیں جس پر تیر مارنے کا شکاری قصد کرتے ہیں اور شکاری نشانہ

لگانے کے لیے جو شکار سے چھپتا ہے اس کو کہتے ہیں اور یہ دونوں کام حیلے سے ہوتے ہیں۔ اسی لیے درایت علم سے خاص ہے کیونکہ حیلہ اور تکلف سے حاصل شدہ علم کو درایت کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں لکھتے۔

(حاشية الشهاب، ج:۷، ص:۴۳۵)

۶: علامہ محمد بن یوسف ابوالحیان اندلسی (المتوفی:۷۵۴ھ) رقمطراز ہیں:

''علم کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں اور درایت کی بندہ کی طرف کیونکہ درایت میں حیلہ کا دخل ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کو درایت کے ساتھ موصوف نہیں کرتے۔''

(البحر المحيط، ج:۷، ص:۱۹۴)

۷: علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی:۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''علم کے بجائے درایت کا لفظ استعمال فرمایا کہ درایت میں کسی چیز کو حیلہ سے جاننے کا معنیٰ ہے۔'' (روح المعانی، جز:۲۱، ص:۱۴۷)

۸: علامہ ابوالبرکات احمد بن محمود نسفی (المتوفی:۷۱۰ھ) بیان فرماتے ہیں:

وَجُعِلَ الْعِلْمُ لِلّٰهِ وَالدِّرَايَةُ لِلْعَبِيْدِ لمافِي الدِّرَايَةِ مِنْ مَعْنَى الْخَتْلِ وَالْحِيْلَةِ

(مدارک، ج:۳، ص:۲۸۶)

اور علم کو اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور درایت کو بندہ کے لیے کیونکہ درایت میں حیلہ کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔

۹: علامہ احمد جیون حنفی (المتوفی:۱۱۳۰ھ) رقمطراز ہیں:

اِنَّمَا جُعِلَ الْعِلْمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَالدِّرَايَةُ لِلْعَبْدِ لِاَنَّ فِيْهَا مَعْنَى الْحِيْلَةِ۔

(تفسیرات احمدیه، ص:۶۰۷)

علم اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور درایت بندہ کے لیے کیونکہ درایت میں حیلہ کا معنی پایا جاتا ہے۔

۱۰: قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) نے بھی یہی عبارت لکھی ہے:

(تفسیر مظهری، ج:۷، ص:۳، ۲)

اب اس آیت مبارکہ کے بارے میں چند علماء اہل سنت کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

۱: مفسر شہیر مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں درایت کی نفی ہے، درایت کہتے ہیں عقل واٹکل سے جاننے کو۔''

(رساله نور، ص: ۴۶)

۲: مفتی غلام فرید رضوی سعیدی لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک اس آیت کریمہ میں درایت کی نفی ہے یعنی اپنی اٹکل پچو سے جاننے کی نفی ہے علم کی نہیں ہے۔ علم اور درایت دو جدا جدا چیزیں ہیں۔''

(اثبات علم غیب، ج: ۱، ص: ۵۱-۵۲)

۳: علامہ غلام رسول سعیدی بیان فرماتے ہیں:

''اس آیت کے علماء نے بہت سے جوابات ذکر کیے ہیں لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے، یعنی آپ کو جو کچھ اس بارے میں علم تھا وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم تھا، قیاس اور اندازہ نہیں تھا۔''

(تبیان القرآن، ج:۸، ص: ۵۷۳)

۴: علامہ محمد فیض احمد اویسی تحریر فرماتے ہیں:

''اس میں درایت کی نفی کی گئی ہے اور درایت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ ایمان قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے یعنی آپ کو جو کچھ اس بارہ میں علم تھا وہ اللہ کا دیا ہوا علم تھا قیاس اور اندازہ نہیں تھا۔'' **(پڑھا لکھا اُمّی، ص: ۸۲-۸۱)**

۵: شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''تم بذات خود از روئے عقل نہیں جانتے تھے کتاب کو اور نہ ایمان (کی تفصیلات) کو۔''

(تحقیقات، ص: ۱۰۹)

ثالثاً: اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں درج ذیل اقوال بھی ملتے ہیں:

۱: علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

''ما کنت میں زمانہ ماضی واضح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اظہار نبوت و احکام سے پہلے لوگوں کو کتاب، ایمان اور اس کی تفصیلات کا علم نہ تھا۔ بہ ظاہر خطاب حضور سے ہے مراد لوگ ہیں اور اگر آپ کو ہی مراد لیا جائے تو نفی علم ذاتی کی ہوگی نہ کہ عطائی کی جس پر یہ آیت دلیل ہے۔'' (تفسیر حسنات، ج: ۵، ص: ۱۱۷۲)

۲: ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

(تمہیں عالم ارواح میں نبوت دے کر سب کچھ وہاں ہی سکھا دیا اس سے پہلے) تم نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ (ہی) ایمان (کی تفصیل جانتے تھے۔)

(عمدة البیان، ص: ۱۱۸)

پس ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ سے بھی یہ بات ثابت نہیں کی جاسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر مبارک تک پہنچنے کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

تیسری آیت:

وَمَا كُنتَ تَرْجُوا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔

(القصص، پ: ۲۰، آیت: ۸۶)

''اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔''

اس آیت مبارکہ کے تحت بھی مولانا نے یہی تبصرہ فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا جائے گا۔ (ص: ۹)

جواب: محترم قارئین! امام فخر الدین رازی (المتوفی: ۶۰۶ھ) اس آیت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

وَیُمْکِنُ اَیْضًا اِجْرَاؤُہٗ عَلٰی ظَاھِرِہٖ، اَیْ وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْا اِلَّا اَنْ یَّرْحَمَکَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ فَیُنْعِمُ عَلَیْکَ بِذٰلِکَ اَیْ وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْا اِلَّا عَلٰی ھٰذَا۔

(تفسیر کبیر، جز: ۲۵، ص: ۱۹)

یعنی اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت سے امید تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب نازل فرمائے گا۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً امید کی نفی مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے علاوہ دیگر اسباب سے توقع کی نفی مراد ہے۔ نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امید صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وابستہ تھی۔

۲: مفتی احمد یار خان نعیمی ارشاد فرماتے ہیں:

''یعنی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپ کو نبوت کی امید نہ تھی، صرف خدا کی رحمت سے امید تو کیا یقین تھا۔'' (نور العرفان، ص: ۶۳۱)

۳: علامہ سید احمد سعید کاظمی اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں:

''اور آپ امید نہ رکھتے تھے کہ آپ کی طرف کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔'' (البیان، ص: ۵۹۴)

۴: علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں:

''اور آپ (کسی چیز سے) یہ امید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے۔'' (تبیان القرآن، ج: ۸، ص: ۸۶۰)

۵: ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنے رب کی رحمت ہی سے اس بات کی امید رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کتاب اتاری جائے گی۔'' **(عمدة البیان، ص: ۶۴۶)**

ثانیاً: صدر الا فاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ خطاب ظاہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد اس سے مومنین ہیں۔'' **(خزائن العرفان، ص: ۵۷۳)**

۲: علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے:

(تفسیر حسنات، ج: ۴، ص: ۱۲۴۵)

۳: علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی ایسا لکھا ہے:

(تبیان القرآن، ج: ۸، ص: ۵۷۲)

نوٹ: اگر چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آیت کریمہ کے اس حصہ کے بارے میں مذکورہ بالا قول راقم الحروف کو نہیں ملا لیکن اس سے ان اکابرین اور دیگر علماء کا موقف ضرور سامنے آ جاتا ہے۔

ثالثاً: سابقہ صفحات پر پیش کی گئی متعدد احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت سے پہلے اپنی نبوت کی توقع تو کیا بلکہ یقین تھا۔ لہٰذا ہم ایسے کسی قول کو تسلیم نہیں کریں گے جو ان کثیر روایات کے منافی ہو۔

رابعاً: وحی جلی سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن کے اجمالی علم کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں علامہ سید محمود آلوسی حنفی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

فَفِیْ "الْکِبْرِیْتِ الْاَحْمَرِ" لِلشَّعْرَانِیْ نَقْلاً عَنِ الْبَابِ الثَّانِیْ مِنْ "الْفُتُوْحَاتِ الْمَکِّیَّةِ" اَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اُعْطِیَ الْقُرْآن مُجْمَلاً قَبْلَ جِبْرِیْل علیہ

السلام مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلِ الْآيَاتِ وَالسُّوَرِ. (روح المعانی، جز: ۲۵، ص: ۸۱)
امام شعرانی کی کبریت احمر میں فتوحات مکیہ کے دوسرے باب سے نقل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد سے پہلے قرآن مقدس آیات اور سورتوں کی تفصیل کے بغیر اجمالی طور پر عطا فرمادیا گیا تھا۔

۲: حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر اور آپ کی آمد سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن مجید کا حصول امام محمد جعفر بن ادریس الکتانی (المتوفی: ۱۳۴۵ھ) نے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: (جلاء القلوب، ص: ۱۹۲)

رابعاً: اگر بہ طور تنزل یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے نزول کی امید نہ تھی تو اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نفی کیسے ہوگی؟ کیا نبی کے لیے کتاب کا نزول شرط ہے؟ کیا کتاب کے حصول کے بغیر نبی نبی نہیں ہوتا؟ لہٰذا کتاب کے حصول کی امید کی نفی سے نبوت کی نفی ہرگز ہرگز مراد نہیں ہوسکتی۔

الزامی جواب کا تحقیقی جواب:

مولانا صاحب اپنے مضمون میں کئی مقامات پر الزامی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کسی محقق کی یہ بات مانتے ہو تو فلاں بھی مانو۔

محترم قارئین! معلوم نہیں مولانا نے اتنا کمزور الزامی جواب کہاں سے سیکھ لیا ہے. جس کی علمی حلقہ میں ذرہ برابر بھی وقعت و مقام نہیں۔ جن افراد کی علم کے ساتھ ادنیٰ سی بھی ممارست و تعلق ہے وہ اس بات سے بہ خوبی واقف ہیں کہ قاری کے لیے کسی محقق کی ہر بات ماننا لازم نہیں۔ اگر مولانا اب بھی اپنے موقف پر بہ ضد ہیں تو درج ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائیں:

o محدثین نے کتب احادیث مرتب کی ہیں۔ کیا آپ ہر محدث کی بیان کردہ ہر ایک حدیث

کو مانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں چاہے وہ حدیث موضوع ہو یا وہ بہ ظاہر آپ کے فقہ حنفی کے خلاف ہو؟

o کیا آپ جن مفسرین کو مانتے ہیں اور جن کے حوالے آپ نے اپنی کتب میں یا اس مضمون میں دیے ہیں جیسا کہ امام فخر الدین رازی، امام قرطبی، امام ابن جوزی، امام محمد خازن، امام جلال الدین سیوطی وغیرہم علیہم الرحمہ، آپ ان کے تمام اقوال وتحقیقات کو تسلیم کرتے ہیں؟

o کیا آپ مختلف محدثین جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی، امام نووی، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی وغیرہم کی تمام تحقیقات سے کلی طور پر متفق ہیں؟

o کیا آپ تمام فقہاء کرام کے تمام اقوال سے مکمل اتفاق کرتے ہیں؟

مولانا اگر آپ خود کسی ایک محقق کی ہر بات تسلیم نہیں کرتے تو دوسروں کو اس غیر تحقیقی امر کا مشورہ کیوں دیتے ہیں۔ لہٰذا اس بچگانہ الزامی جواب سے علمی حلقہ میں آپ کی قدر ومنزلت مزید تنزل کا شکار ہوگئی ہے۔

چوتھی آیت:

حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً لا قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ...... الخ۔

(الاحقاف، پ: ۲۶، آیت: ۱۵)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا تو عرض کی اے میرے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی۔ (کنز الایمان)

ترجمہ لکھنے کے بعد مولانا صاحب نے چند مفسرین کے حوالہ سے درج ذیل امور بیان کئے ہیں:

ا: کوئی نبی چالیس سال سے قبل مبعوث نہیں کیا گیا۔

۲: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کی عمر میں نبی بنایا گیا۔

جواب: اولاً: اس آیت میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال قبل نبی نہیں تھے بلکہ اس میں انسان کی پختگی کی عمر کا ذکر ہے۔

ثانیاً: چند مفسرین کا یہ قول ان احادیث صحیحہ کے مقابل پیش نہیں کیا جا سکتا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر پاک سے قبل بھی نبی تھے۔

ثالثاً: یہ قول کہ چالیس سال سے قبل کسی بھی نبی کو نبوت عطا نہیں ہوئی بھی محل نظر ہے جیسا کہ صاحب مضمون نے بہ ذات خود اسے تسلیم کیا اور لکھا ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ ہے۔ اس قول کے ضعف پر درج ذیل شواہد بھی ہیں:

۱: امام فخر الدین رازی (المتوفی: ۶۰۶ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

''مفسرین نے کہا ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال بعد مبعوث کیا گیا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوائل عمر میں ہی نبی بنا دیا تھا مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غالب امر ہے کہ وحی چالیس سال کے بعد آتی ہے۔''

(تفسیر کبیر، جز: ۲۷، ص: ۱۷)

۲: علامہ محمد بن مصلح الدین (المتوفی: ۸۸۵ھ) نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے۔

(حاشیہ شیخ زادہ، ج: ۷، ص: ۵۵۹)

۳: علامہ احمد خفاجی (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

''یہ غالب امر ہے، بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبی بنا دیا گیا تھا۔''

(عنایۃ القاضی، ج: ۸، ص: ۴۷۰)

۴: علامہ سید محمود آلوسی حنفی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''اور کہا گیا ہے کہ چالیس سال سے قبل کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا، امام فخر الدین رازی

اس کے خلاف گئے ہیں، انہوں نے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو بچپن میں نبی بنا دیا گیا جیسا کہ قرآن کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے اور امام سعد الدین تفتازانی کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہے، وہ فرماتے ہیں: نبوت کی شرائط میں سے مرد ہونا، عقل، ذکاء اور فطانت اور قوت رائے میں کامل ہونا ہے اگرچہ بچپن میں ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے لیے تھا۔" (روح المعانی، جز: ۲۶، ص: ۲۴۴)

رابعاً: یہ روایت ویسے بھی احتجاج کے قابل نہیں کیونکہ:

o امام حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مجھے یہ روایت نہیں ملی۔"

(الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف، ج: ۳، ص: ۳۹۷)

o علامہ اسماعیل حقی (التوفی: ۱۱۳۷ھ) فرماتے ہیں:

"کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال سے قبل نبی نہیں بنایا گیا، یہ نہایت ضعیف روایت ہے، اس کے ضعف پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کو چالیس سال سے قبل نبی بنا دیا گیا تھا جیسا کہ البحر العلوم میں ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر و اغلب کے لیے کل استعمال کیا گیا جیسا کہ حواشی سعد المفتی میں ہے۔ ابن جوزی نے کہا کہ یہ قول کہ ہر نبی چالیس برس بعد ہی نبی بنایا گیا، موضوع ہے۔" (روح البیان، ج: ۸، ص: ۴۷۴)

گلدستہ سوالات

مہر نبوت

شانۂ اقدس پر مہر نبوت کی موجودگی کے بارے میں مولانا صاحب تاویل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت کی محبت میں اس قدر غرق تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

کمالات سے بھی ناواقف تھے۔

جائزہ: قارئین محتشم! لیجیے، مولانا صاحب کی زبان سے حق صادر ہو گیا۔ یہ بات ادنیٰ سی سوچ کا حامل شخص بھی بہ خوبی جانتا ہے کہ کسی وصف یا کمال سے لاعلمی اس وصف یا کمال کے نہ ہونے پر نہیں بلکہ اس کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا مولانا صاحب کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک بچپن سے ہی وصف نبوت سے متصف تھے اگر چہ بہ قول مولانا صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناواقف تھے۔

ثانیاً: یہ امر بھی عجیب ہے کہ بچپن سے لے کر شباب تک، شباب سے چالیس برس کی عمر مبارک تک متعدد بار اپنوں نے اور غیروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانۂ اقدس سے کپڑا ہٹا کر مہر نبوت کی زیارت کی اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال کیا لیکن اس کے باوجود امام الانبیاء اعلم الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں نبوت کے بارے میں خیال نہ آیا۔ فیاللعجب!

والدہ ماجدہ صحابیہ نہیں

مولانا صاحب کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی نبی ہوں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کو صحابیہ کہنا چاہیے کیونکہ جو مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ایمان میں زیارت کرے اس کو صحابی کہا جاتا ہے اس میں یہ شرط نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ایمان کی دعوت بھی دیں۔

جائزہ: مولانا نے لکھا ہے کہ جو مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ایمان میں زیارت کرے اس کو صحابی کہا جاتا ہے، اس تعریف پر ہماری معروضات ملاحظہ فرمائیں:

اولاً: جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھا جیسے ابو ذویب خویلد بن خالد ہذلی، اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔ کیا

آپ انہیں صحابی سمجھتے ہیں؟

ثانیاً: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَانِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَ انِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلاَ یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ۔

جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ عن قریب بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بنا سکتا۔

(لفظ للبخاری، کتاب التعبیر، رقم: ۶۴۷۸، مسلم، کتاب الرؤیا، رقم: ۴۲۰۶، ابو داؤد، کتاب الادب، رقم: ۴۳۶۹، مسند احمد، رقم: ۳۶۰۸)

۱: علامہ آلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا آپ کی وفات شریف کے بعد اور بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ فیض امتِ محمدیہ کے بکثرت کاملین کے لیے واقع ہو چکا ہے۔'' (روح المعانی، جز نمبر: ۲۲، ص: ۳۵)

۲: امام ابن حجر الہیتمی (المتوفی: ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انہوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا: یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے کہا: یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: تمہارے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی۔ پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی۔'' (الفتاوی الحدیثیہ، ص: ۳۹۱)

۳: مکتبہ دیوبند کے ابن حجر ثانی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:

میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے ہوئے بیداری کی حالت میں دیکھنا ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے جیسا کہ امام سیوطی سے منقول ہے کہ انہوں

نے عالم بیداری میں بائیس (۲۲) مرتبہ (۲۷ مرتبہ-محمد عرفان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد امام سیوطی نے ان احادیث کو صحیح کہا۔

(فیض الباری شرح بخاری، ج: ۱، ص: ۲۰۴)

مولانا صاحب! اب فرمائیے کہ:

o کیا جو خوش بخت افراد حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرتے ہیں وہ سب منصب صحابیت پر فائز ہیں؟

o کیا امام سیوطی علیہ الرحمہ جنہیں بالمشافہ ستر سے زیادہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا صحابی ہیں؟

ثالثاً: اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی درآں حالیکہ ان کا ایمان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے لیکن انہوں نے اعلان نبوت والا زمانہ نہیں پایا، وہ صحابی ہیں یا نہیں۔ لہٰذا جن محققین کے نزدیک ایسے افراد جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں ان کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں اور جن کے نزدیک ایسے افراد جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل نہیں ہوتے ان کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا صحابیہ نہیں ہیں۔

بعثت

فاضل مضمون نگار لفظ بعثت کے بارے میں اظہار خیال فرماتے ہیں کہ اس سے اعلان نبوت والا معنی مراد لینا درست نہیں، فلاں آیات واحادیث میں بعثت کا لفظ موجود ہے تو کیا وہاں بھی اس کا معنی اعلان کیا جاسکتا ہے۔

جائزہ: مولانا کا وضع کردہ یہ اصول بھی سراسر خلاف تحقیق ہے کہ کسی ایک لفظ کا ہر جگہ ایک ہی معنی

مراد لیا جائے۔حتی کہ مولانا کی بیان کردہ پہلی آیت ہی اس قانون کے منافی ہے۔فاضل مضمون نگار کے مطابق بعثت کا مطلب نبوت ہے جبکہ ان کی بیان کردہ آیت کریمہ

عَسٰی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ○

''قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔''

میں بعثت کا مطب کھڑا کرنا ہے۔

ثانیاً: چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں نبی ہونا دلائل کثیرہ سے ثابت ہے لہٰذا بعثت کا لفظ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوتو اس سے اصطلاحاً اعلان نبوت مراد لیتے ہیں یعنی نبی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی تھے لیکن اعلان نبوت اب فرمایا۔

ثالثاً: اگر مولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بعثت کے لفظ کا معنی نبوت ہی مراد لینے پر مُصر ہیں تو یہ بات بھی ہمیں مُضر نہیں۔ہم کہتے ہیں کہ مضمون نگار نے خود نبوت کی دو حیثیتیں بیان کی ہیں:

۱: تبلیغ احکام والی

۲: اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام قرب والی

ہم بھی چالیس برس کی عمر مبارک سے قبل والے دور میں تبلیغ احکام لازم نہیں سمجھتے لہٰذا فیصلہ ہو گیا کہ آقا علیہ السلام کی چالیس سال کی عمر مبارک سے قبل والی نبوت محض قرب الٰہی، وحی خفی والی لیکن احکام شرعیہ کی تبلیغ کے بغیر والی نبوت تھی جبکہ زندگی کی چالیس بہاروں کو اپنے حسن دلبریں سے مستفیض فرمانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جس حیثیت کا آغاز ہوا وہ وحی جلی اور تبلیغ احکام والی بھی تھی۔الغرض بعثت سے نبوت مراد لینا بھی ہمارے موقف کے خلاف نہیں اور مولانا صاحب کو مفید نہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

رابعاً: بعثت سے مراد ظہور نبوت ہونے کا اشارہ ہمیں فتاوی رضویہ سے بھی ملتا ہے۔ امام احمد رضا خاں قادری فرماتے ہیں:

''بلکہ نماز شروع روز بعثت شریف سے مقرر و مشروع ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی ...''

(فتاوی رضویہ، ج: ۲، قدیم، ص: ۱۷۹)

عرصہ نبوت

مولانا صاحب کہتے ہیں کہ تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج دسویں سال ہوئی اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی نبی ہوں تو معراج نبوت کے پچاسویں سال کہنا چاہیے تھا۔

جواب: ہماری سابقہ گفتگو سے قارئین پر یہ عیاں ہو چکا ہوگا کہ یہ سوال بھی بالکل سطحی ہے اور تحقیق سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ سیرت نگاروں نے اعلان نبوت کے بعد والی مدت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسا لکھا ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی بغیر کسی انقطاع کے نبی ہیں۔ تو پھر تیس (۲۳) برس لکھنے کا کیا مقصد؟

پھر مولانا نے اپنے زعم میں اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) برس ہے کیا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم آج زندہ نہیں ہیں۔

محترم قارئین! اسے کہتے ہیں الفضل ما شهدت به الاعداء یعنی فضیلت وہ ہے جس کی اعداء بھی گواہی دیں۔ مولانا جس نکتہ کو ہمارے خلاف پیش کر رہے ہیں وہ ان کے اپنے پیش کردہ اعتراض کا مسکت جواب ثابت ہو رہا ہے۔

جبرائیل علیہ السلام کا نہ آنا

فاضل محقق پھر لکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام تیئس سال کے عرصہ میں چوبیس ہزار مرتبہ حاضر ہوں لیکن پہلے چالیس سال کی عمر میں ایک مرتبہ بھی حاضر نہ ہوں اس امر کی کیا توجیہ فرمائیں گے؟

جائزہ: اولاً: مولانا صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس برس کے بعد والی نبوت متفق علیہ ہے جواب تک جاری ہے اور جاری رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دار فانی سے پردہ فرمائے تقریباً پندرہ سو سال ہونے کو ہیں، آپ اس طویل عرصہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا ثابت کردیں۔

ثانیاً: آپ بھی کبھی عالم ارواح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالفعل نبی تسلیم کرتے ہیں لہٰذا آپ اس طویل عرصہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقاتوں کی تفصیل بیان فرمائیں۔

ثالثاً: پچھلے صفحات میں ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں اس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ لیجئے ہم نے حضرت کی یہ خواہش بھی پوری کردی۔

نبی اور تبلیغ

فاضل مقالہ نگار نے یہ اعتراض بھی وارد کیا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کیوں نہیں فرمائی۔

جائزہ: اولاً: نبی کے لیے تبلیغ فرمانا ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ محققین کی یہ آراء بھی ملتی ہیں کہ نبی کے لیے تبلیغ شرط نہیں، ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام احمد بن حجر الہیتمی (المتوفی: ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اُوحِیَ اِلَیْهِ بِشَرْعٍ وَلَمْ یُؤْمَرْ بِتَبْلِیْغِهٖ، فَاِنْ اُمِرَ فَرَسُوْلٌ اَیْضاً۔

(المنح المکیه، ص:۷۷)

آپ علیہ السلام (حضرت ایوب علیہ السلام) کی طرف شریعت کی وحی بھیجی گئی لیکن اس کی تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا۔ پس اگر حکم دیا جاتا تو پھر آپ علیہ السلام رسول بھی ہوتے۔

۲: امام فخر الدین رازی کا مختار بھی یہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (کبیر، ج:۲۱، ص:۱۸۲)

۳: علامہ علی قاری (المتوفی:۱۰۱۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

اِذِ الرَّسُوْلُ مَنْ اُمِرَ بِتَبْلِیْغٍ، وَالنَّبِیُّ مَنْ اُوْحِیَ اِلَیْهِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ یُّؤْمَرَ بِتَبْلِیْغٍ اَمْ لاَ۔ (شرح فقه اکبر، ص:۲۰)

رسول وہ ہے جسے تبلیغ کا حکم ہوا، اور نبی وہ ہے جس کی طرف وحی آئی عام ازیں کہ تبلیغ کا حکم ہوا ہو یا نہیں۔

۴: شیخ محقق (المتوفی:۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"و نبی بمذهب ایشان لازم نیست که داعی و مبلغ باشد."

(اشعة اللمعات، ج:۳، ص:۶۳۶)

اور ان (محدثین) کے مذہب میں نبی کے لیے داعی اور مبلغ ہونا ضروری نہیں۔

۵: علامہ محمد السفارینی حنبلی (المتوفی:۱۱۸۸ھ) لکھتے ہیں:

''نبی وہ انسان ہے جس پر شریعت کی وحی کی جائے خواہ اس کو شریعت کی تبلیغ کا حکم نہ دیا جائے اور اگر اس کو شریعت کی تبلیغ کا حکم بھی دیا گیا ہو تو وہ مشہور مذہب کے مطابق رسول بھی ہے۔ (لوامع الانوار، ج:۱، ص:۴۸، بحواله تبیان القرآن)

۶: علامہ ابوعبداللہ محمد بن قاسم الرصاع (المتوفی:۸۹۴ھ) لکھتے ہیں:

نَبِیّ": أیِ الشَّخْصُ الْمُنَبَّأُ، وَهُوَ الْمُخْبَرُ: اَیْ الَّذِیْ أَخْبَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی،

واعلمه، انه، نبيه، اِمَّا بِغَيرِ وَاسِطَةِ اِذَا سَمعَ كَلامَهُ الْقَدِيمَ الْاَزَلِيَّ أَوْ بِوَاسِطَةِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

مفہوم: نبی: ایسا شخص جیسے مطلع کیا جائے اور وہ ایسی ذات ہے جیسے خبر دی گئی ہو یعنی ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہو یا، اسے علم دیا ہو کہ وہ نبی ہے چاہے وہ جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے یا ان کے واسطہ کے بغیر یہ قدیم ازلی کلام سن لے۔

(تذکرۃ المحبین شرح اسماء سید المرسلین، ص: ۱۵۳)

۷: علامہ شاہ فضل رسول قادری (المتوفی: ۱۲۸۸ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''علامہ سنوسی نے ''شرح جزائریہ'' میں فرمایا نبوت کا مرجع اہل حق کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو اس کی طرف وحی فرما کر چن لیتا ہے۔ لہٰذا نبوت بواسطہ فرشتہ یا اس کے بغیر وحی الٰہی کو سننے کے ساتھ خاص ہے، پھر اگر اس کے ساتھ اس وحی کی تبلیغ کا بھی حکم دیا جائے تو وہ رسول ہے۔'' (المعتقد المنتقد (مترجم)، ص: ۱۶۶)

۸: مفتی شریف الحق امجدی تحریر فرماتے ہیں:

''اور جامع مانع تعریف یہ ہے:

نبی وہ بشر ہے جس کی طرف وحی ربانی آتی ہے وہ تبلیغ کا مامور ہو یا نہ ہو، رسول وہ ہے جس کے پاس وحی بھی آئے اور وہ تبلیغ کا بھی مامور ہو۔ (نزہۃ القاری، ج۱ص ۲۳۴)

۹: محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

اَلنَّبِيُّ هُوَ: اِنْسَانٌ مِنَ الْبَشَرِ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ بِشَرْعٍ، وَلٰكِنَّهُ، لَمْ يُكَلَّفْ بِالتَّبْلِيْغِ وَاَمَّا الرَّسُوْلُ فَهُوَ: اِنْسَانٌ مِنَ الْبَشَرِ، اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ بِشَرْعٍ، وَاَمَرَ بِتَبْلِيْغِهٖ۔

نبی وہ انسان ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ شریعت کی وحی بھیجے لیکن اسے شریعت کی تبلیغ کا

مکلّف نہ کیا جائے اور رسول وہ انسان ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ شریعت کی وحی بھیجے اور اس کی تبلیغ کا بھی اسے حکم دے۔ (النبوة والانبياء، ص: ١٧)

ثانیاً: اگر تبلیغ کرنا نبی کے لیے ضروری ہو تو پھر وہ بھی امر الٰہی ہی کے تابع ہوگا جس طرح نبی کا آنا امر الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے چاہا اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم ارشاد فرمادیا، اس سلسلہ میں امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی (المتوفی: ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

وَاِذَا نُزِلَ الْوَحْیُ عَلَی الرَّسُوْلِ وَعُیِّنَ لَه‘ زَمَانُ الْاِبْلَاغِ لَمْ یَکُنْ لَّه‘ تَقْدِیْمُه‘ عَلَیْهِ وَلَا تَاْخِیْرُه‘ عَنْهُ وَاِنْ لَّمْ یُعَیَّنْ لَه‘ زَمَانُه‘ فَعَلَیْهِ تَبْلِیْغُه‘ فِیْ اَوَّلِ اَوْقَاتِ اِمْکَانِهٖ۔ (اعلام النبوة، ص: ۴۲)

یعنی جب رسول پر وحی نازل کی جائے اور اس کے لیے تبلیغ کا وقت بھی معین کر دیا جائے تو ان کے لیے اس سے تقدیم و تاخیر جائز نہیں اور اگر ان کے لیے اس کا وقت معین نہ کیا جائے تو ان کے لیے قریب ترین ممکنہ اوقات میں اس کی تبلیغ لازم ہوتی ہے۔

قارئین محترم! یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ تبلیغ کرنے اور تبلیغ کے شرط ہونے میں بہت فرق ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ نبی کے لیے صاحب کتاب ہونا شرط نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی صاحب کتاب نہیں ہوتا۔ مزید براں:

- ما کان و ما یکون کا علم نبی کے لیے شرط ہونا اور بات ہے اور کسی نبی کا ما کان و ما یکون کی خبریں بتانا کچھ اور
- علوم خمسہ کا علم نبی کے لیے شرط ہونے اور کسی نبی کے علوم خمسہ کی خبریں بتانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے تبلیغ کرنے اور ان کے لیے تبلیغ کے شرط ہونے میں واضح

فرق ہے۔

ثالثاً: چالیس سال سے قبل والی نبوت تبلیغ احکام کے بغیر والی تھی جبکہ چالیس برس کے بعد والی تبلیغ احکام والی۔

رابعاً: جب آپ کے اپنے موقف کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی بننے کے بعد بھی تین سال تک تبلیغ نہ کی تو مولانا صاحب نبی ہوتے ہوئے چالیس سال تک تبلیغ نہ کرنے میں کون سا محال لازم آتا ہے۔

☆ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر کہا جائے کہ یہاں آپ کو تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا تھا تو حکم تو عالم ارواح میں بھی نہیں دیا گیا تھا۔

جائزہ: مولانا صاحب! عالم ارواح کی یہ بات آپ تک کیسے پہنچ گئی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ معاذ اللہ آپ کو بتا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے یا آپ نے وہاں اپنے خاص نمائندے چھوڑے ہوئے ہیں جو آپ کو وہاں کی خبریں پیہم پہنچاتے ہیں۔

☆ پھر لکھتے ہیں کہ آج کے مصنوعی اولیاء اپنی ولایت کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہو کر چالیس سال تک خاموش رہیں یہ ناممکن ہے۔

جائزہ: اولاً: مولانا! اللہ تعالیٰ نے جو کہ سچا خالق ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو سال تک کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا جبکہ ان دنوں بت پرستی عام تھی اور خود اللہ تعالیٰ کے گھر کعبہ شریف میں بہ کثرت بت موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے اس طویل عرصہ میں کوئی رسول نہیں بھیجا، آخر کیوں؟

ثانیاً: جس طرح اس طویل عرصہ کے دوران نبی مبعوث نہ فرمانا اور امر تبلیغ کو موقوف رکھنا مبنی بر حکمت تھا۔ اسی طرح مزید چالیس سال تک امر تبلیغ کو موقوف رکھنا بھی مبنی بر حکمت تھا۔ اس بارہ میں آپ کو اتنا سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْن'' بِاَوْقَاتِہٖ

ع اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے

حضرت خضر علیہ السلام کی تبلیغ

مضمون نگار اس سوال کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے لیکن آپ نے تبلیغ نہیں فرمائی، کا جواب دیتے ہیں لکھتے ہیں کہ:

☆ آپ علیہ السلام کی نبوت قطعی نہیں۔

جائزہ: مولانا صاحب! اس بات سے حضرت خضر علیہ السلام کو نبی ماننے والے محققین کا نظریہ تو سامنے آ گیا کہ ان کے نزدیک نبی ہونے کے لیے تبلیغ شرط نہیں۔

☆ ان کے دور میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام موجود تھے تو پھر ان کو تبلیغ کی کیا ضرورت تھی۔

جائزہ: اگر ایک نبی علیہ السلام کی موجودگی میں دوسرے نبی علیہ السلام تبلیغ کر سکتے ہیں تو دو انبیاء علیہما السلام کی موجودگی میں تیسرا نبی علیہ السلام تبلیغ کیوں نہیں کر سکتا۔

علم غیب اور قرآن

فاضل مقالہ نگار نے یہ نکتہ آفرینی بھی کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ذریعہ قرآن پاک ہے اور قرآن پاک کا نزول چالیس سال بعد ہوا۔

جائزہ: قارئین محتشم! مولانا صاحب کو اس مقام پر بھی زبردست تسامح ہوا ہے کیونکہ ہمارا اور ہمارے اکابرین کا مؤقف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزولِ قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن مقدس کے ساتھ مکمل ہوا اور مطلقاً علم غیب کا حصول نزولِ قرآن مقدس پر منحصر، موقوف نہیں۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

اولاً: اس بات میں تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ اعلان نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم تھا اور ذاتِ حق خود غیب الغیب ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

ثانیاً: اس بات پر بھی اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام قبل از اعلان نبوت مومن ہوتے ہیں اور ایمان نام ہے تصدیق کا اور تصدیق علم کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ نیز ایمان کا مصداق اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانا جائے اور کم از کم حیات بعد الموت کا اقرار ہو اور یہ دونوں چیزیں امور غیب سے ہیں۔ لہٰذا جب انبیاء کرام علیہم السلام بعثت سے قبل مومن ہوتے ہیں تو ماننا پڑے گا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی جلی سے قبل بھی غیب کا علم تھا۔

اب آیئے اس بارہ میں اکابر علماء دین کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں:

۱: امام قرطبی (المتوفی: ۶۶۸ھ) لکھتے ہیں:

وَالصَّوَابُ اَنَّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ مِنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ وَصِفَاتِهِ وَالتَّشَكُّكِ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ۔

صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جہل اور شک سے معصوم ہوتے ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:

''احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام یوم ولادت سے ہی اس نقص سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ توحید اور ایمان پر پیدا ہوتے ہیں اور ان کے قلوب پر انوار معارف اور الطاف سعادت کا بچپن سے بعثت تک فیضان ہوتا رہتا ہے۔''

(الجامع القرآن، ج: ۱۶، ص: ۴۹)

۲: علامہ آلوسی حنفی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ مُوْحىً اِلَيْهِ وَاَنَّهٗ عليه الصلوٰة والسلامُ

مُتَعَبِّد'' بِمَا یُوْحٰی اِلَیْہِ۔ (روح المعانی، ج:۲۵، ص:۸۲)

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلسل (بعثت سے قبل اور بعد) وحی ہوتی رہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے اس وحی کے مطابق عبادت کرتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی۔

۳: قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی:۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

اَنَّ اَھْلَ الْعِلْمِ اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ علیھم السلام کَانُوْا مُلْھَمِیْنَ مِنَ اللہِ تَعَالٰی بِالْاِیْمَانِ بِالصَّانِعِ الْمُتَوَحِّدِ بِصِفَاتِ الْکَمَالِ الْمُنَزَّہِ عَنِ النَّقْصِ وَالزَّوَالِ۔ (تفسیر مظھری، ج:۸، ص:۲۷۵)

اھل علم کا اس بارہ میں اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے خالق کائنات کی نقص وزوال سے منزہ صفات کمالیہ کے بارہ میں الہام ہوتا رہتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب سے مسلسل نوازا جاتا تھا۔

ثالثاً: مولانا صاحب نے اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیب کا ذریعہ محض قرآن مجید یعنی وحی جلی کو ثابت رکھا اور وحی خفی کا قطعاً ذکر نہیں کیا۔ مولانا کیا آپ وحی خفی کے ذریعے حاصل شدہ علم کو علم تصور نہیں کرتے یا وحی خفی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ذریعہ نہیں سمجھتے؟ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ آیت کریمہ **من لم نقصص علیک** کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

لِاَنَّ الْمَنْفِیَ ھُوَ التَّفْصِیْلُ وَالثَّابِتَ ھُوَالْاِجْمَالُ اَوِالنَّفْیَ مُقَیَّد'' بِالْوَحْیِ الْجَلِیِّ وَالثُّبُوْتُ مُتَحَقِّق'' بِالْوَحْیِ الْخَفِیِّ۔ (مرقات، ج:۱، ص:۵۰)

کیونکہ نفی تفصیلی علم کے بارے میں ہے اور جو علم ثابت ہے وہ اجمالی ہے یا پھر نفی وحی جلی کے ساتھ خاص ہے اور ثبوت وحی خفی سے ثابت۔

پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ذریعہ وحی خفی بھی ہے۔

غنچے ! ... کے چٹکے جو دنی کے باب میں
ببل سدرہ تو ان کی بو سے بھی محرم نہیں

رابعاً: علامہ عمر بن احمد الخرپوتی لکھتے ہیں:

لِاَنَّہٗ تَعَالٰی خَلَقَ اِبْتِدَاءً رُوْحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَوَضَعَ عُلُوْمَ الْاَنْبِیَاءِ وَعِلْمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ فِیْہِ ثُمَّ خَلَقَھُمْ فَاَخَذُوْا عُلُوْمَھُمْ مِنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامَ۔

(عقیدة الشھدہ شرح قصیدہ بردہ، ص: ۸۳)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو تخلیق فرمایا اور اس میں علوم انبیاء علیہم السلام اور ما کان وما یکون کا علم رکھ دیا پھر انبیاء علیہم السلام کو پیدا فرمایا پس انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے علوم حاصل کئے۔

قارئین محتشم! ہمارے پاس اس مسئلہ کے بارہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ذریعہ محض قرآن مقدس ہی نہیں، قرآن وسنت سے کثیر دلائل موجود ہیں اور اس امر پر سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۱ بھی شاہد عادل ہے، ہم نے محض خوف طوالت کی وجہ سے یہاں اس کا اجمالاً بیان کیا ہے۔

مکرر نزول نبوت

قارئین کرام! مولانا صاحب نے اپنے مضمون میں کچھ ایسی عبارات بھی پیش کی ہیں جن میں چالیس برس کی عمر مبارک کے وقت نبوت کے نزول کا ثبوت ملتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی چیز کے نزول سے اس کے پہلے نزول کی یا پہلی حیثیت کی نفی کیسے لازم قرار پاتی ہے۔ سورۃ فاتحہ کا نزول دو مرتبہ ہوا، قرآن مقدس میں متعدد آیات ایسی ہیں جو کئی بار نازل ہوئیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں سارا قرآن لاتے تھے۔ ملاجیون حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لِاَنَّہٗ کَانَ یُنْزَلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ دَفْعَةً وَّاحِدَةً فِیْ کُلِّ شَھْرِ رَمَضَانَ جُمْلَةً۔

(نور الانوار، ص: ۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان مبارک میں یک دم سارا قرآن لے کر نازل ہوتے تھے۔

ثانیاً: چالیس برس سے قبل والی نبوت تبلیغ احکام کے بغیر والی تھی اور چالیس سال کی عمر مبارک کے وقت نازل ہونے والی نبوت باقاعدہ تبلیغ احکام والی تھی۔

ثالثاً: چالیس سال سے قبل محض وحی خفی یا القاء وغیرہ کا نزول ہوتا جبکہ چالیس برس کی عمر مبارک کے بعد وحی جلی کا نزول بھی شروع ہو گیا۔

رابعاً: چالیس سال قبل والی نبوت باقاعدہ تفصیلی شرعی احکامات کے بغیر والی تھی جبکہ چالیس برس کے بعد والی نبوت وہ نبوت تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت کے تفصیلی احکامات نازل ہوئے۔

الغرض یہ روشن تطبیق ان تمام حوالہ جات کا وافی وشافی جواب ہے جن سے مولانا نے مختلف بزرگوں کے حوالے سے چالیس برس کی عمر مبارک کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبوت کا حصول ثابت کیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل ہم سب کو دین حق پر استقامت اور اس کی خدمت کی توفیق انیق مرحمت فرمائے اور جنت الفردوس میں مالک خلد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''تحقیقات'' کا تحقیقی جائزہ

ص۲۳: بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاربعین سنۃ۔

جواب: یہاں بعث کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ لفظ محتمل ہے اور حضرت کے موقف پر قطعی دلالت نہیں کرتا ہے۔

o ای جعل مبعوثاً الیٰ الخلق بالرسالۃ۔

جواب: یہاں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس کی عمر مبارک کے وقت رسالت کے حصول کا قول کیا ہے جبکہ ہمارا دعوٰی نبوت کا ہے۔ لہٰذا یہ قول حضرت کو مفید نہیں اور ہمیں مضر نہیں۔

o والاظہر انہ کان قبل الاربعین ولیا ثم بعد ھا صار نبیاثم صار رسولاً۔

(مرقات، ج:۳، ص:۳۰۸)

جواب: اولاً: علامہ علی قاری نے لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ چالیس سال پورے ہونے سے پہلے ولی تھے۔ یہاں آپ نے نبوت کے قول کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ ظاہر کی نفی بھی نہیں فرمائی صرف اظہر فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ زیادہ ظاہر بات یہ ہے۔

ثانیاً: عبارت کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ احتمال بھی ہے کہ یہ قول سید کا ہے اور اس پر شاہد آپ کی شرح فقہ اکبر والی عبارت ہے اور یہی آپ کا مختار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وَفِیْہِ دَلاَ لَۃٌ'' عَلٰی اَنَّ نُبُوَّتَہٗ لَمْ تَکُنْ مُنْحَصِرَۃً'' فِیْمَا بَعْدَ الْاَرْبِعِیْنَ کما

قَالَ جَمَاعَةٌ" بَلْ اِشَارَةً" اِلٰی اَنَّهٗ مِنْ یَّوْمِ وِلَادَتِهٖ مُتَّصِفٌ بِنَعْتِ نُبُوَّتِهٖ.

(شرح فقہ اکبر، ص: ٦٠)

اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت چالیس سال کی عمر کے بعد کے لیے منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یوم ولادت ہی سے متصف بنبوت تھے۔

ایک قیمتی مشورہ

اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث کے صاحب زادے علامہ غلام نصیر الدین فرماتے ہیں: کیا ہم ان سے اس مقام پر اس انصاف کی توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں بھی ان کی آخری کتاب کے حوالے کو ہی معتبر اور مستند سمجھیں؟ (ص:٢٦٢)

جواب: چشم ماروشن دل ماشاد۔ حضور! ہم اس مقام پر بھی حسب سابق انصاف سے کام لیتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کے اس قیمتی مشورے کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہوئے شرح شفا کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لہٰذا آیئے اس کی جلد نمبر ا، ص: ٢٢٥ کا مطالعہ کرتے ہیں:

اِنَّ اِعْطَاءَ النُّبُوَّةِ فِیْ سِنِّ الْاَرْبَعِیْنَ غَالِبَ الْعَادَةِ الْاِلٰهِیَّةِ وَعِیْسٰی وَ یَحْیٰی خُصَّا بِهٰذِهِ الْمَرْتَبَةِ الْجَلِیْلَةِ کَمَا اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُصَّ بِمَا وَرَدَ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ.

بے شک چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا کرنا اللہ تعالیٰ کی غالب عادت کریمہ ہے اور حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کو اس مرتبہ جلیلہ کے ساتھ خاص فرمالیا گیا (یعنی ان کو بچپن میں ہی نبوت عطا فرمادی گئی: راقم) جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام کے لیے خاص فرمالیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں اس

وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے۔

لیجیے حضرت اب تو ہمارا موقف حضرت علی قاری کی آخری کتاب سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے۔ لہٰذا کیا ہم اب آپ سے بھی یہاں انصاف کی توقع کر سکتے ہیں کہ آپ اب بلا قیل وقال و کثرت سوال آقاءِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ وصف کریمہ و مرتبہ جلیلہ تسلیم فرمائیں گے۔ دیدہ باید!

نوٹ: قارئین محترم! اس سلسلہ میں درج ذیل نکات نفس مسئلہ کو سمجھنے اور چند ایرادات کو رفع کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں گے، غور فرمائیں:

۱: حضرت علامہ علی قاری نے نہایت صراحت کے ساتھ شرح فقہ اکبر میں اور پھر شرح شفاء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر مبارک سے قبل نبی تسلیم کیا ہے لہٰذا فریق مخالف بھی اس قدر صراحت کے ساتھ ان کا محض ایک قول پیش کر دیں کہ انھوں نے فرمایا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن میں نبی نہ تھے۔

۲: شرح فقہ اکبر میں حضرت علامہ علی قاری نے واضح طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت سے ہی نبی تسلیم کیا لیکن اس کے باوجود آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماقبل النبوہ وغیرہ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اگر محدثین و مفسرین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے بچپن میں نبی نہ تھے بلکہ ہمیں یہاں لفظ ''اعلان'' مقدر تسلیم کرنا پڑے گا۔

۳: اس طرح شرح شفا میں آپ نے پھر واشگاف الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر پاک سے قبل نبی تسلیم کیا اور اس پر حدیث کنت نبیا الحدیث سے استدلال کیا۔ اسی شرح شفا میں آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعثت کا

لفظ استعمال کیا۔ نیز وہ تمام ابحاث کیں جن سے شیخ الحدیث صاحب نے اپنی فہم کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیس برس کی عمر مبارک سے قبل نبی نہ ہونا ثابت کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ بعثت سے بھی اعلان نبوت مراد ہے نہ کہ عین اس وقت نبی بنانا۔ نیز ان تمام ابحاث سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی نہ تھے جیسا کہ حضرت نے سمجھا۔

ص ۲۵: اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے۔

جواب: اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر 115 تا صفحہ نمبر 117۔

ص ۲۶: عالم ارواح کے احکام جداگانہ ہیں۔

جواب: اس کا جواب کتاب ہذا کے صفحہ نمبر 60 تا صفحہ نمبر 65 کا مطالعہ فرمائیں۔

ثانیاً: عالم ارواح میں تمام لوگوں نے الست بربکم کے جواب میں بلٰی کہا اور یہاں آ کر پھر ایمان لانے کے ساتھ مکلّف بھی ہیں تو کیا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں آ کر دوبارہ ایمان لانے کے ساتھ مکلّف تھے؟

ص ۳۷: نبی پر اظہار نبوت لازم ہوتا ہے؟

جواب: اس سلسلہ میں ہماری گزارشات ملاحظہ فرمائیں:

اولاً: نبی پر اظہار نبوت اس وقت لازم ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کا اذن صادر فرمائے۔ اگر اظہار نبوت بعد از ثبوت نبوت اذن الٰہیہ کے بغیر ہی واجب ہو جاتا ہے تو قرآن و حدیث سے اس پر دلیل پیش کریں۔

ثانیاً: کیا چالیس برس بعد اعلان و اظہار نبوت کے سلسلہ میں حکمت کاملہ اور مصلحت تامہ کاملہ کی توجیہ فاسد ہے؟ جب کہ اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے آپ حکمت کاملہ کی

توجیہ بہ ذات خوداس سے پچھلے صفحہ پردے چکے ہیں۔ کیااس طرح کی توجیہات آپ کے لیے ہی مخصوص ہیں۔

ثالثاً: جمہور کے قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں لیکن آپ نے بھی اظہار نبوت نہ فرمایا تو کیا وہ بھی محض اظہار نبوت نہ کرنے کی وجہ سے نبوت کے مقام سے معزول ہوجائیں گے؟ (العیاذ باللہ)

نکتہ: حضرت شیخ الحدیث حضرت خضر علیہ السلام کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''ان کا دائرہ کار اور ہے اور شریعت ظاہر والوں کا دائرہ کار اور ہوتا ہے۔''

جواب: قارئین مکرم! یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ ہر نبی کے لیے اظہار نبوت شرط نہیں نیز یہ کہ اگر نبی حکمت خداوندی کے تحت نبوت کا اظہار و اعلان نہ فرمائے تو اس سے اس کے منصب نبوت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

ثانیاً: پہلا مرحلہ نبوت کے تحقق کا ہوتا ہے پھر فرائض نبوت ادا کرنے کا۔ ان کا دائرہ کار یا شریعت کے احکام مختلف صحیح لیکن تھے تو نبی۔ دیکھیے مدارس میں کوئی تفسیر پڑھائے یا حدیث، فقہ پڑھائے یا ادب وہ استاد ہی کہلائے گا۔ اگر چہ ہر ایک استاد کے دائرہ کار میں فرق ہے۔

ص ۳۸: حضرت شیخ الحدیث چالیس سال تک اعلان نبوت نہ فرمانے کو تقیہ قرار دیتے ہیں۔

جواب: اس ضمن میں ہماری معروضات درج ذیل ہیں:

اولاً: ہر نبی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بعد ہی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی امر کی تبلیغ کا حکم صادر فرمادے تو انبیاء کرام علیہم السلام وقت معین پر اس حکم کی تبلیغ فرما دیتے ہیں اس اصول کی مکمل وضاحت کے لیے ہم امام ماوردی کی عبارت صفحہ 117 پر ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت کی بنا پر کسی حکم کے اظہار

سے منع فرمایا ہو تو یہ جزمی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس حکم کا اظہار نہیں فرماتے۔

ثانیاً: اگر کسی حکم کو کسی مصلحت کے تحت بیان نہ کرنا تقیہ ہے تو پھر دیکھیے اس تقیہ کی زد میں کون کون سی ہستیاں آتی ہیں:

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ، قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُبِهِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ اِذًا یَتَّكِلُوْا وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا۔

(بخاری، ج: ۱، رقم: ۱۲۸، مسلم، ج: ۱، رقم: ۱۴۷)

جو شخص بھی صدق دل سے گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم پر حرام کر دے گا۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں لوگوں کو بتا دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں؟ فرمایا کہ وہ اسی پر تکیہ کر لیں گے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے قریب گناہ سے بچنے کے لیے یہ بات بتا دی۔

حضور والا! اب ذرا ارشاد فرمائیں:

○ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو تقیہ کا حکم فرمایا؟ (معاذ اللہ)

○ کیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ساری عمر تقیہ کرتے گزاری؟ (معاذ اللہ)

○ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو یہ خبر پہنچا کر خوش نہیں کرنا چاہتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بَشِّرُوْا؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ وِعَاءَ يْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُه، وَاَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُه قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ. (بخاری، ج: ۱، رقم: ۱۲۰)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تھیلے علم کے محفوظ کئے۔ ایک علم کو تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا، اور اگر دوسرے کو پھیلا دوں تو یہ نرخرہ کاٹ دیا جائے گا۔

کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دوسری قسم کا علم ظاہر نہ کر کے تقیہ کیا؟

۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ مَا دَامَ حَيَّيْنِ.

(ابن ماجه، ص: ۱۰، ترمذی، ج: ۲، ص: ۲۰۷)

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں خواہ وہ اولین سے ہوں یا آخرین سے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ اے علی جب تک یہ دونوں زندہ رہیں انہیں یہ بات نہ بتانا۔

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردار دوجہاں
اے مرتضیٰ عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تقیہ پر عمل کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس کی تعلیم دی؟ (معاذ اللہ)

۴: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے خواب کی تعبیر بیان فرمائی پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔

فَاَخْبِرْنِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِىْ اَنْتَ اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ؟ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَاْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللهِ لَتُحَدِّثَنِّیْ بِالَّذِیْ اَخْطَاْتُ قَالَ لاَ تُقْسِمْ. (بخاری، ج:۲، رقم:۷۰۴۶)

پس یارسول اللہ! مجھے بتایئے میرا باپ آپ پر قربان کہ میں نے درست کہایا غلطی کی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض باتیں درست اور بعض باتیں غلط بتائی ہیں۔عرض گزار ہوئے کہ خدا کی قسم! مجھے وہ باتیں ضرور بتا دیجئے جو میں نے غلط بتائی ہیں۔فرمایا کہ قسم نہ دو۔

حضرت! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ''جگری دوست اور سراپا اخلاص یار'' کو باوجود اس کے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی پھر بھی جو غلط بات تھی نہ بتا کر معاذ اللہ تقیہ کا سہارا لیا ہے؟

امام ابن حجر عسقلانی (متوفی:۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

بَلْ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ اِطَّلَعَهٗ وَلَمْ يَاْمُرْهٗ اَنَّهٗ يُطْلِعُهُمْ وَقَدْ قَالُوْا فِیْ عِلْمِ السَّاعَةِ نحو هٰذَا وَاللهُ اَعْلَمُ.

بلکہ احتمال ہے کہ آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا ہو اور آپ کو لوگوں کو اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو،اور علم قیامت کے متعلق بھی انھوں نے اسی طرح کہا ہے۔

(فتح الباری، ج:۹، ص:۳۵۴، ارشاد الساری، ج:۷، ص۲۱۳)

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی:۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ عِلْمَ الْخَمْسِ اَيْضًا وَعِلْمَ وَقْتِ السَّاعَةِ وَالرُّوْحِ وَاَنَّهٗ اُمِرَ بِكَتْمِ ذٰلِكَ.

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے لیکن آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا

ہے۔(خصائص کبریٰ، ج:۲، ص:۱۹۵)

کیا معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تقیہ کی تعلیم دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ تقیہ پر کار بند رہے اور امور خمسہ کے علم کو مخفی رکھا؟

ثالثاً: آپ نے صدر الشریعہ کی عبارت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے انھوں نے وہ سب پہنچا دیے۔ جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نے بھی چھپائے رکھا الخ حضرت آپ ثابت فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال سے قبل اپنی نبوت کے اعلان کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اگر آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے اور ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے تو پھر آپ کا یہ استدلال کہ ہم تقیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام نبوت کو نہیں پہنچایا، سراسر لغو و بے بنیاد ہے۔

رابعاً: اب ہم وہی جواب ہدیہ قارئین کرتے ہیں جو حضرت شیخ الحدیث نے شیعہ محقق محمد حسین ڈھکو کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

چلو تسلیم کر لیتے ہیں کہ تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت اور دیگر آیاتِ نازلہ کو مخفی رکھا، لیکن بہر حال اس کے بعد ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا اور لشکر و سپاہ حکومت و سلطنت کے حصول کا انتظار نہ کیا تو وہ سنت منسوخ ہو گئی۔

(تحفہ حسینیہ، ص:۶۵)

ص ۴۰: اگر اس سے قبل ان حضرات کو اور دیگر غیر متعصب اور عناد و ہٹ دھرمی سے پاک قریش اور اہل کتاب کو آپ کی اس خداداد شان اور مرتبہ و مقام کا علم اور ادراک ہو جاتا تو ان کا کس قدر بھلا ہوتا۔

جواب: اگر اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع

کے فوراً بعد مبعوث فرما دیتا تو غیر متعصب اور عناد و ہٹ دھرمی سے پاک افراد کا کس قدر بھلا ہوتا۔

ص۵۲تا۵۵: عالم ارواح اور عالم بشریت کا فرق اور حضرت جبرئیل وعزرائیل علیہما السلام کی قوت میں کمی۔

جواب: اولاً: حضرت جبرئیل وعزرائیل علیہما السلام جب عالم دنیا میں بشری صورت میں جلوہ گر ہوئے تو ان کی طاقت وتوانائی وصلاحیتوں میں کمی آئی لیکن کیا ادنیٰ سی عقل کا حامل شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ دونوں جلیل القدر فرشتے جب بشری حالت میں جلوہ گر ہوئے تو اس وقت فرشتے یا رسول نہ رہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں ایسی بات کا صدور کسی عقل سے پیدل شخص سے ہو جائے تو ہو جائے ارباب علم و دانش اس سے محفوظ ہیں۔ تو پھر ایسا کیوں ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد میں بہ قول مخالفین اگر فرق آ جائے تو آپ منصب نبوت سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ معاذ اللہ

ثانیاً یہ بھی ثابت ہوا کہ ضعف قویٰ نبوت کے منافی نہیں۔

ص۵۲ لازم ضروری ہے کہ ہر نبی امت سے روحانی قوت وطاقت اور صلاحیت واستعداد میں زائد اور برتر ہو اور ارفع واعلیٰ ہو۔

جواب ہمارا موقف بھی یہی ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تو نبوت ان کے بچپن میں مل گئی لیکن اسی منصب تک پہنچنے کے لیے ان کے اور ہم سب کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ قول آپ کے چالیس سال تک انتظار کرنا پڑا، نیز کئی ملکوتی آپریشنوں اور جبرائیلی معانقوں کے بعد آپ کو یہ منصب ملا۔ فیاللعجب!

ص۵۶: یہاں آپ نے یہ نکتہ لطیفہ پیش کیا ہے کہ اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی ملکی

صورت میں صریح نبوت کے ساتھ پہلی مرتبہ نازل ہوتے تو قوائے بشریہ اس کے متحمل نہ ہو سکتے ...... نزول وحی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اقدس میں استعداد پیدا ہو جائے۔

جواب: یہاں وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی نبی ہوتے تو قوائے بشریہ حضرت جبرائیل کو اصلی صورت میں دیکھنے اور صریح نبوت کے نزول کے متحمل ہونے چاہیے تھے۔ اس ضمن میں چند گزارشات درج ذیل ہیں:

اولاً: حضرت شیخ الحدیث کی تحقیق کے مطابق چالیس برس کی عمر مبارک میں وحی کی ابتداء سچے خوابوں کے ساتھ کی گئی اور یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا بعد ازاں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے وہ بھی بشری صورت میں ڈھل کر۔ (ملاحظہ فرمائیں ص:۵۶)

قارئین محترم! اس ابتدائی چھ ماہ کے عرصہ میں آپ کے نبی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فریق مخالف کے نزدیک اس عرصہ کے دوران بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی جلی کے تحمل کی استعداد نہ تھی۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وحی جلی کے حصول کے قابل نہ ہونا نبوت کے منافی نہیں۔

ثانیاً: بیضاوی کی عبارت جو آپ نے بہ ذات خود ص:۴۷ پر نقل فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

لَمَّا فَاقَتْ قُوَّتُهُمْ وَاشْتَعَلَتْ قَرِيْحَتُهُمْ بِحَيْثُ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ النَّارُ اَرْسَلَ اللّٰهُ اِلَيْهِمِ الْمَلَائِكَةَ وَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ اَعْلٰى رُتْبَةً كَلَّمَهُ بِلَا وَاسِطَةٍ كَمَا كَلَّمَ مُوْسٰى عليه السلام فِى الْمِيْقَاتِ وَ مُحَمَّدًا عليه السلام لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ.

"جب انبیاء علیہم السلام کی باطنی قوت اور روحانی استعداد وصلاحیت اپنے معراج کمال کو پہنچ جاتی ہے اور ان کی طبیعت اور فطرت میں استعداد روشن اور مستفید ہونے کی

صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کی فطری استعداد کا زیتون آگے لگائے بغیر جل اُٹھے اور روشن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف ملائکہ کو مبعوث فرماتا ہے اور ان میں سے جو اعلیٰ درجہ کی استعداد باطنی اور روحانی صلاحیت کے مالک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ براہ راست اور بلاواسطہ کلام فرماتا ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ میقات میں سر طور اور محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شب معراج کو لا مکان میں کلام فرمایا۔''

اس عبارت سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ نبوت کے حصول کے باوجود انبیاء میں ملائکہ کے نزول کے تحمل کی استعداد نہ ہونا ان کی نبوت کے منافی نہیں اور جب وہ ایک خاص نکتہ کمال تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر ان پر فرشتے وحی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ نیز بعد انبیاء وقت کے گزرنے کے ساتھ اس اعلیٰ درجہ کی استعداد کے مالک ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بلاواسطہ کلام فرماتا ہے بلکہ اپنے دیدار سے مشرف فرماتا ہے جیسا کہ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

ثالثاً: حضرت شیخ الحدیث وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے کرنے کے بارے میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں جو امام ابونعیم نے حضرت علقمہ بن قیس سے نقل کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ مَا یُوْتیٰ بِهِ الْاَنْبِیَاءَ فِی الْمَنَامِ حَتّٰی تَهْدَأَ قُلُوْبُهُمْ ثُمَّ یَنْزِلُ الْوَحْیُ بَعْدَ ذٰلِکَ .

انبیاء کو ابتدأ خوابوں میں علوم ملتے ہیں حتیٰ کہ ان کے دلوں کو سکون وقرار حاصل ہوتا ہے بعد ازاں ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(خصائص الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۹۳، فتح الباری، ص: ۵۸)

یہ یادرہے کہ وحی کی ثقالت کے باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر مضطرب ہو جاتا تھا اور عدم سکون واضطراب قلب نبوت کے منافی نہیں جیسا کہ کتب احادیث سیرت اس پر گواہ ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ کُلًّا نَقُصُّ عَلَیۡکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ ۔

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انبیاء سابقین کے واقعات بیان کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ تا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو ثبات، سکون و مضبوطی ملے اور انبیاء کرام کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے تئیس برس کے عرصہ میں مختلف مقامات اوقات میں کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور کو بار بار سکون وثبات کی دولت سے نوازا۔

رابعاً: حضرت اب تک یہی وضاحت فرماتے رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر پاک سے قبل نبی بالقوہ تھے یعنی آپ میں نبوت کی تمام صلاحیتیں و استعدادیں موجود تھیں لیکن اب فرماتے ہیں کہ ان میں وحی کے تحمل اور جبرائیل علیہ السلام کو ملکی حالت میں دیکھنے کی استعداد نہ تھی نیز آپ کی تحقیق کے مطابق وحی کا ملنا ہی نبوت ہے تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کی استعداد نہ تھی۔ لیجئے! حضرت کی اس نادر تحقیق سے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بالقوۃ نبی بھی نہ رہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

خامساً: یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ فرشتے کے وحی جلی لانے سے پہلے بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے مقام پر فائز تھے اور یہ مفروضہ بالکل غلط و بے بنیاد ہے کہ وحی جلی سے ہی نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔

ص ۶۵: حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: یعنی کرامات کا دار و مدار روح کی اصلی حالت کی بحالی پر ہوتا ہے اور عالم بالا کے ساتھ ان کے تعلق و ربط کے قائم ہونے پر۔

جواب: کتب احادیث و سیرت خوارق کے بیانات سے بھری پڑی ہیں جن کا ظہور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم بچپن و شیر خوارگی میں ہوا۔ لہٰذا آپ ہی کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سرور انبیاء علیہم السلام کی روح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ہی اصل حالت میں تھی اور عالم بالا کے ساتھ اس کا تعلق اور ربط قائم تھا و للہ الحمد۔ لہٰذا آپ کی پہلے صفحات پر پیش کی گئی تحقیق کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا معانقہ کرنا اور سچے خواب سے ابتدا کی گئی تا کہ عالم غیب اور روحانیت سے آپ کا ربط و تعلق قائم ہو جائے باطل و منسوخ ٹھہری۔

ص ۶۸: حضرت شیخ الحدیث روحِ اطہر اور بدن اقدس کے درمیان حجاب کے بارے میں غوث کبیر شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ کی تحقیق نقل کر کے لکھتے ہیں: ان دونوں عبارتوں میں غور کرنے سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی طور پر نبوت چالیس سال کی عمر شریف میں عطا ہوئی۔ الخ

جواب: اولاً: آپ نے غوث کبیر کا پہلا اقتباس جو نقل فرمایا ہے اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: فَاَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی الخ یعنی پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنایا۔ یہ عبارت ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہم چالیس سال قبل اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں نہ کہ رسول۔

ثانیاً: کیا روح اور جسم کے مابین حجاب نبوت کے منافی ہے؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو ثبوت درکار ہے اور اگر نہیں میں ہے تو یہ ہمیں مضر نہیں اور آپ کو مفید نہیں۔

ثالثاً: دوسرے اقتباس میں آپ نے فرمایا ہے۔ عِنْدَ النُّبُوَّۃِ یعنی نبوت کے قریب۔ یہاں

عند النبوۃ سے مراد یا عند اظہار النبوہ یا عند اعلان النبوہ لیا جائے گا یا پھر نبوت کا وہ زمانہ جب وحی جلی کا آغاز بھی ہو گیا۔

ص ۷۰ تا ۷۳: اگر جسمانی لحاظ سے نبوت کے حصول کی یہ مدت نہیں (یعنی کہ چالیس برس: عرفان) تو اس شق صدر کو نبوت کے قریب ٹھہرانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: محتشم قارئین! ہم پہلے واقعات شق قلب کو بالتفصیل بیان کرتے ہیں اور پھر اس پر وارد ہونے والے مختلف اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ المستعان

پہلا شق صدر: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیر کر دل نکال لیا۔ پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا:

هٰذا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ.

یہ شیطان کا حصہ تھا۔ (مسلم، ج: ۱، ص: ۱۹۹)

اب یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے بچپن سے ہی نبی ہوتے تو پھر شیطانی حصے کا آپ کے قلب اطہر میں کیا کام یا حسد و کینہ کو قبول کرنے والے جمے ہوئے خون کے مشابہ چیز کا وہاں کیا کام۔

اس ضمن میں ہماری درج ذیل گزارشات پر غور فرمائیں:

اولاً: قلب اطہر میں خون کے لوتھڑے کا پایا جانا ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مضر نہ تھا۔ اس حصے کا قلب انسانی میں موجود ہونے کا حکم افراد کے مراتب کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ یعنی کہ ایک عام انسان میں اس کے موجود ہونے اور اولیاء و انبیاء کے قلوب میں اس کے موجود ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسے خود شیطان کے

مکروفریب کا عام انسان پر اثر کچھ اور ہے اور اولیاء اللہ پر اس کا اثر کچھ اور ہے۔ لہٰذا اس لوتھڑے اور بذات خود شیطان کی کیا مجال کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب سید الانبیاء کی عصمت و تقدیس پر کوئی حرف لا سکتا۔ لہٰذا اس منجمد خون کا قلب اطہر میں موجود ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منافی نہیں۔

ثانیاً: جب محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلط کیا گیا شیطان مسلمان یا مطیع ہو گیا تو اس خون کے لوتھڑے نے کیا تاثیر دکھائی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

وَلٰكِنْ رَبِّىْ اَعَانَنِىْ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ. (مسلم: ٦٩٨٣)

''لیکن اس کے مقابلہ میں میرے رب نے میری مدد کی حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو گیا۔''

ثالثاً: اگر حسد و کینہ کے اثر کو قبول کرنے والے حصہ کو جسد اطہر میں ہونا نبوت کے منافی ہے تو یہ آپ کی عصمت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم تھے لہٰذا حسد و کینہ وغیرہ کا پایا جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم ہونے کے منافی ہے۔

رابعاً: اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ حصہ خطرے کا باعث نہیں تھا تو پھر اس کو نکالا کیوں گیا۔ تو عرض ہے کہ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ اس حصہ کو پیدا ہی نہ فرماتا لیکن اس نے اس کی تخلیق فرمائی اور پھر اس کو غیر معمولی طور پر خارج کر دیا تاکہ قیامت تک آنے والے افراد پر حجت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب شیطان کے ہر قسم کے مکروفریب سے محفوظ و معصوم ہیں اور جو حصہ شیطانی اثر کو قبول کر سکتا تھا وہ بھی اس قلب منور سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اب کسی بھی منکر کے لیے ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر کسی قسم کا اعتراض وارد کرے۔

فافهم فلاتكن من الممترين۔

دوسرا شق صدر:

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر بعثت کے موقع پر ہوا تھا۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی کے تحمل اور کلام الٰہی کے سمجھنے کی قوت عطا کی گئی۔

جواباً عرض ہے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی لہٰذا اس وقت آپ کی نبوت متحقق ہو چکی تھی پھر بھی آپ میں بہ قول فریق مخالف وحی کے تحمل اور کلام الٰہی کے سمجھنے کی استعداد نہ تھی کیوں کہ یہ استعداد پہلی وحی سے قبل پیدا کی گئی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وحی جلی کے تحمل کی قوت نہ ہونا نبوت کے منافی نہیں۔

ثانیاً: بیضاوی کی عبارت بھی اس ضمن میں پیش کی جا چکی ہے کہ نبی ہوتے ہیں لیکن وحی جلی کے تحمل کی کما حقہ استعداد نہیں ہوتی یا پھر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی قوت واستعداد نہیں ہوتی۔

ثالثاً: یہاں ہم ان بزرگوں کی بیان کردہ حکمت جس کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صراحت تو نہیں ملتی، کی تاویل کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ بار رسالت کو برداشت کرنے نیز وحی جلی کے تحمل کی استعداد میں مزید اضافہ کیا۔ اس کی وضاحت تیسرے شق صدر کی حکمت سے مل جائے گی۔

رابعاً: حضرت کی اس توضیح سے پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کے ابتدائی چالیس برسوں کے دوران نبی بالقوہ بھی نہ تھے۔

تیسرا شق صدر:

تیسری بار شق صدر معراج کے موقع پر ہوا۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جن دنوں میں مکہ میں تھا، میرے مکان کی چھت کھولی گئی جبرائیل علیہ السلام اترے اور انھوں نے میرا سینا چاک کیا پھر اسے زم زم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سونے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے پھر اس میں جو کچھ تھا اسے میرے سینا میں ڈال دیا گیا پھر میرے سینا کو جوڑ دیا گیا۔ الحدیث (مسلم، ج: ۱، ص: ۹۹)

حضور بتائیں! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینا اقدس میں ایمان اور حکمت نہ تھی جو کہ اب ڈالی گئی۔ (معاذ اللہ)

ص۸۲: ''تنبیہ'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

جبرائیل علیہ السلام کے معانقہ کو مرشدوں کی توجہ اتحادی کی مانند قرار دینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی فضیلت کا وہم نہ کیا جائے کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء وہاں سے ہو رہی ہے جہاں تک ہزاروں لاکھوں سال کی تسبیح و تقدیس سے اور تنزیل وحی وغیرہ والی عبادات کے ذریعے حضرت جبرائیل علیہ السلام پہنچے تھے تو آپ کے درجات و مراتب کی انتہا کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے لہٰذا صرف اس ابتدائی مرحلہ میں نظر عقل اور نگاہ فکر کو محدود اور محصور نہیں رکھنا چاہئے۔ اگلے مراحل اور معارج و مدارج پر بھی نظر ہونی چاہئے۔

جواب: یہاں بغیر کسی قیل و قال کے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ برابر تھا بلکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مرشد کی توجہ اتحادی کی مانند معانقہ سے آپ کو ایک واسطہ و وسیلہ کے طور پر مستفید و مستفیض فرما رہے تھے۔ (معاذ اللہ)

ص۸۴: نبی قوائے ظاہرہ میں بھی امت سے منفرد اور ممتاز مقام کا مالک ہوتا ہے جیسے قوائے باطنیہ میں۔

جواب: حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں لیکن ان کو ایک عرصہ طویل تک اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قوی اور ممتاز ثابت کیا جا رہا ہے جیسا کہ اسی صفحہ پر لکھا ہے۔

ثانیاً: یہ بھی ایک المناک صورت حال ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام عالم ارواح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوں لیکن عالم اجساد میں آ کر معاذ اللہ معاملہ ہی الٹ ہو گیا کہ وہ محبوب رب ذوالجلال تو نبوت کے مرتبہ سے ہٹا دیئے گئے لیکن جو امتی تھے وہ باوجود اس کے عالم بدلا بدستور رسالت کے منصب پر فائز اور اب وہ اپنے ہی نبی کے لیے رسول ٹھہرے۔ جیسا کہ ص: ۸۹ پر لکھا ہے۔

ظالمو محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

ص ۹۳: علامہ سلیمان جمل نے بھی دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم اور باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے۔

جواب: نبوت کا دوبارہ نزول پہلی نبوت کے انکار کا باعث نہیں بن سکتا ہے کیونکہ نزول مکرر سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ منصب پہلے حاصل نہ تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ نیز عالم ارواح والی نبوت کو دائم اور باقی و مستمر تسلیم کرنے سے الحمد للہ ہمارا موقف ثابت ہو گیا۔

ہو نہ ہو آج کچھ میرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ میری طرف خوشی دیکھ کر مسکرائی کیوں

ص ۱۰۴: حضرت شیخ الحدیث ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں نورِ حقیقت میں تقابل نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ اس پر جو حجاب بشریت سے اس میں

کلام کیا جارہا ہے الخ۔

جواب: آیئے درج ذیل نکات کی روشنی میں اس موقف کا جائزہ لیتے ہیں۔

اولاً: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں باپ کا مادہ تولید شامل نہ ہونے اور نفخ جبرائیل علیہ السلام کی وجہ سے آدھا بدن ملکی ہوگیا تو کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس محبوب کے نور کو بلاواسطہ خود اپنے نور سے پیدا فرمایا اس میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ جب اس کا تعلق جسد اطہر کے ساتھ ہوا تو اس نے اسے لطیف تر نہ بنادیا۔ کیا اس طرح نفخ جبرائیل کی قوت اس نور سے زیادہ نہ ہوگی جس اللہ تعالیٰ نے خود بلاواسطہ تخلیق فرمایا۔ (معاذ اللہ)

ثانیاً: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم میں نفخ فرمایا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کی تخلیق اس قدر نورانی ہوگی یہاں وہ جسد نورانی جس کی تخلیق خود اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ فرمائی اور جو نبوت کے انوار و تجلیات سے سرفراز و سرشار تھا جب وہ جسد اطہر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہوا تو پھر بھی مؤثر ثابت نہ ہوا۔ فیاللعجب

ثالثاً: (۱) حضرت شیخ مجدد فرماتے ہیں:

اورا صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نبود در عالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف است، چوں لطیف ترے ازوے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت وارد. (مکتوبات: ج:۳، ص:۹۳)

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہاں بھر میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ کیوں کر ہوسکتا ہے!

(۲) اعلیٰحضرت مجدد دین وملت ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف۔'' (نفی الفئی، ص: ۱٦)

اس کے برعکس آپ اس جسم پاک ومنور کو کثیف ثابت کررہے ہیں۔

رابعاً: یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

''یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پوچھنا چاہیے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا عیاذاً باللہ کثیف تھا۔''

لیکن حضرت صاحب مصر ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بشری کثیف تھا۔

خامساً: حضور! ہمارے رسول شافع یوم النشور کا جسد نازنین سیاہی مائل اور دبیز تہہ والے بادل کی طرح معاذ اللہ نہیں تھا بلکہ اعلیٰحضرت کے مطابق ارواح وملائکہ سے بھی الطف تھا۔

سادساً: حضرت! آپ سورج کے آگے سیاہی مائل اور دبیز تہہ والے بادل کی مثال دیتے ہیں۔ آپ یہ کیوں نہیں فرماتے کہ ایک نہایت خوبصورت محل میں اگر سورج کو رکھ دیا جائے تو وہ اس کے ہر کونے کو روشن ومنور کردے گا۔ بلاتمثیل ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں جب نبوت کے منصب سے سرفراز روح کو ڈالا گیا تو اس نے اس جسد پاک کو اپنی تجلیات سے سرشار فرمادیا۔

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشان تمہارے لیے

ص ۱۰٦: پہلی آیت مبارکہ

جواب: اس آیت میں قرآن پاک کی تلاوت نہ کرنے کا ذکر ہے اور چالیس سال پہلے نبی نہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ۔ نیز تاویلات اھل سنت میں بھی نبوت کے دعوٰی کی بات ہے اور ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ آپ نے چالیس برس کی عمر میں دعوٰی نبوت فرمایا۔ مزید برآں حضرت وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں " بلکہ صرف اور صرف اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔" پس ثابت ہوا کہ اعلان نبوت کا حکم پہلے نہیں ملا تھا اور جب ملا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیل فرمائی۔

نوٹ: دیگر آیات وحدیث اکرمنی بالنبوۃ کا بالتفصیل جواب پچھلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

ص ۱۴۲: حضرت شیخ الحدیث حدیث نقل کرتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (موحد جاہلیت) زید بن عمرو بن نفیل کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کے کھانے پر تنقید اور اعتراض کرتے سنا تو میں نے (بتوں کی عبادت کے طور ذبح کئے جانے والے جانوروں کا) کبھی گوشت نہیں چکھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی نبوت ورسالت کا اعزاز بخشا (متن حدیث میں صرف رسالت کا لفظ ہے: عرفان)

فائدہ: اگر آپ خود نبی تھے تو آپ کو بذات خود الہام ووحی کے ذریعے یہ حکم معلوم ہونا ضروری تھا حضرت زید بن عمرو سے سن کر کیوں یہ حکم معلوم ہوا؟...... جبکہ اس روایت کی رو سے آپ حضرت زید سے استفادہ فرما رہے ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں۔

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

"كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهٖ فَسَدَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نَاصِيَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدَ."

(بخاری، رقم: ۳۲۹۴، لفظ للمسلم، رقم: ۴۳۰۷، ابوداؤد، رقم: ۳۶۵۶، نسائی: رقم: ۵۱۴۳، ابن ماجه، رقم: ۳۶۲۲، مسند امام احمد، رقم: ۲۰۹۹)

اھل کتاب اپنے بالوں کو لٹکا کر چھوڑ دیتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے اور جن چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خاص حکم نہ دیا گیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں اھل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے، پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی پر بال لٹکائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالنا شروع کر دی۔

حضرت! آپ کی تصریح کے مطابق کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اھل کتاب سے استفادہ فرمارہے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی مقام نبوت پر فائز نہ تھا (معاذ اللہ) کیونکہ بہ قول آپ کے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود الہام ووحی کے ذریعے یہ حکم معلوم ہوتا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ص۱۵۳: نبی کے لیے وحی کا نزول لازم وضروری ہے۔

اولاً: اگر نبی کے لیے وحی کا نزول لازم وضروری ہے تو آپ نے ص:۱۴۳ پر یہ کیوں لکھا ہے کہ: اگر آپ خود نبی تھے تو آپ کو بذات خود الہام ووحی کے ذریعے یہ حکم معلوم ہونا ضروری تھا۔ یہاں آپ نے الہام کی قید کیوں لگائی۔

ثانیاً: نبوت کے ثبوت کے لیے وحی جلی کا ہونا شرط ہے یہ بات آپ قرآن وسنت سے ثابت فرمائیں۔

ثالثاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی والقا چالیس سال سے قبل بھی ہوتے تھے۔ ملاحظہ

فرمائیں۔

۱:تفسیر روح المعانی، ج: ۲۵، ص:۸۳   ۲:الجامع القرآن، ج:۱۶، ص: ۴۹
۳:تفسیر مظهری، ج:۸، ص:۲۷۵   ۴:جواهر البحار، ج:۳، ص:۹۵
۵:شرح فقه اکبر، ص:۶۰   ۶:مواهب اللدنیه، ج:۱، ص:۲۶۹

لہٰذا آپ کی تحقیق کی رو سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن میں نبی ثابت ہو گئے۔ وللہ الحمد

ص ۱۶۵: حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: اگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم وقتِ پیدائش سے ہی بالفعل نبی اور رسول تھے تو کسی اور نبی یا رسول کی شریعت پر عمل کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر حضرت کے اس نظریہ کو تسلیم کیا جائے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی جلی اور آپ کے مسلمہ زمانہ نبوت میں بھی معاذ اللہ نبی ثابت نہیں ہو سکتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا(النحل: ۱۲۳)

کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو باطل سے الگ تھا۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

"كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهٖ فَسَدَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نَاصِيَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدَ."

(بخاری، رقم:۳۲۹۴، لفظ للمسلم، رقم:۴۳۰۷، ابوداؤد، رقم:۳۶۵۶،

نسائی: رقم: ۵۱۴۳، ابن ماجه، رقم: ۳۶۲۲، مسند امام احمد، رقم: ۲۰۹۹)

اھل کتاب اپنے بالوں کو لٹکا کر چھوڑ دیتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے اور جن چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خاص حکم نہ دیا گیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں اھل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے، پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی پر بال لٹکائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالنا شروع کر دی۔

لہٰذا اہلِ کتاب سے موافقت فرمانے سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ اُس وقت بالفعل نبی یا رسول نہ تھے؟

ص ۱۷۳: حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی الخ۔

جواب: (۱) حیرت ہے حضرت ص: ۹۳ پر فائدہ کے عنوان سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ سلیمان جمل نے بھی دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم اور باقی اور مستمر تسلیم کیا اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا اور یہاں فائدہ کے عنوان سے اسی کار فرما رہے ہیں۔

(۲) اسی طرح ص: ۱۴۳ پر فائدہ کے تحت فرماتے ہیں کہ ''اگر آپ خود نبی تھے تو آپ کو بذات خود الہام ووحی کے ذریعے یہ حکم معلوم ہونا ضروری تھا۔'' جبکہ صفحہ: ۱۶۷ پر ابن الجزار سے ثابت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صغیر سنی سے ہی الہام ہونے لگے تھے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صغیر سنی میں بھی نبی تھے۔

(۳) حضرت کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بالقوہ ثابت کرتے ہیں اور کبھی اس منصب سے بھی معزول سمجھتے ہیں۔

ص ۱۹۷: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں نبی ہونے سے استدلال پر حضرت شیخ الحدیث جواباً لکھتے ہیں:

(۱): حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں...... دلالۃ النص کا تقاضا وہاں بھی یہی ہوگا کہ ان کو بچپن میں نبی مانا جائے الخ۔

جواب: ہم اس بات کی وضاحت پہلے صفحہ 22 پر کر چکے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محض دلالۃ النص کی بنیاد پر بچپن میں نبی نہیں مانتے بلکہ ہمارے پاس دیگر دلائل و قرائن موجود ہیں۔

ثانیاً: ایک نبی کو دوسرے نبی پر جزی فضیلت ہو سکتی ہے لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ جزی فضیلت حاصل ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لحاظ سے بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جزی فضیلت حاصل نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔

(۲): پھر ارشاد فرماتے ہیں: کیا کتاب آپ کو اس وقت مل چکی تھی اور پنگھوڑے میں آپ کے پاس موجود تھی؟

جواب: محترم قارئین! ہم نے بیسیوں تفاسیر کے حوالے سے بلکہ حدیث کی رو سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو بچپن میں یا والدہ کے بطن اطہر میں کتاب عطا ہو چکی تھی اور آپ نے اسے محکم فرما لیا تھا لیکن ان تمام حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے حضرت محض اپنی عقلی دلیل پر بھروسا فرما رہے ہیں۔

ثانیاً: کیا حضرت کے نزدیک لکھی ہوئی، صفحات وجلد کی صورت میں موجود شے پر ہی کتاب کا اطلاق ہوتا ہے اس کے غیر پر نہیں۔ قرآن مقدس کا نزول ہو رہا تھا اور اس پر کتاب کا اطلاق قرآن مقدس کی بہ کثرت آیات میں موجود ہے تو کیا اس وقت قرآن مجید

مجلد شکل میں موجود تھا؟

(۴،۳): اگر بہ قول آپ کے اوصانی بالصلوٰۃ و الزکوٰۃ وغیرہ سے مراد مستقبل میں ان امور کا کیا جانا ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وجعلنی نبیًا بھی مستقبل کے معنی ہے جبکہ وجعلنی نبیًا میں ماضی کے اپنے حال پر ہونے کے ہم نے کئی ایک مفسرین کے اقوال پیش کئے ہیں اور یہ بھی لازمی نہیں کہ ایک ساتھ بیان کئے جانے والے تمام امور کے احکام بھی یکساں ہیں جیسا کہ اھل علم پر مخفی نہیں۔

ص ۱۹۷: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسالت بھی مل چکی تھی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بھی مانیں (مفہوم اعتراض)۔

جواب: ہمارے اور فریق مخالف کے مابین اختلاف مسئلہ ثبوت نبوت کا ہے نہ کہ رسالت کا۔ لہٰذا ہم نے بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔

ثانیاً: آپ کے نزدیک ایک نبی کو دوسرے نبی پر جزی فضیلت ہو سکتی ہے لہٰذا یہاں آپ رسالت کے حصول کے معاملے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جزی فضیلت تسلیم فرما لیں ہمیں کوئی شکایت یا اعتراض نہ ہوگا۔

ص ۱۹۸: نکتہ نمبر ۹

جواب: ہم محض یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بچپن میں نبی تھے تو لامحالہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مبارک بچپن میں نبوت کے مقام پر فائز تھے۔ یہ امر چاہے دلالۃ النص سے ثابت ہو یا احادیث نبویہ سے بہر حال ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

ص ۱۹۸: نکتہ نمبر ۱۰

اس کا جواب بالتفصیل پچھلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

ص۲۰۰: حضرت فرماتے ہیں: یعنی آپ کے آغاز ولادت سے منصب نبوت پر فائز ہونے والے قول کے فساد کی دلیل اوراس کے قائل اور معتقد و معترف کی جہالت ولاعلمی کی برھان ناطق اور دلیل صادق ہیں:

جواب: قارئین محتشم لیجئے غور فرمائیں کہ حضرت کے اس فساد و جہالت والے قول کی زد میں جو عظیم ہستیاں آتی ہیں ان میں چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

۱: امام فخر الدین رازی (التوفی:۶۰۶ھ)

۲: علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی (التوفی:۷۵۴ھ)

۳: علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی (التوفی:۳۷۵ھ)

۴: امام ابومحمد الحسین بن مسعود (التوفی:۵۱۶ھ)

۵: علامہ علی بن محمد حازن (التوفی:۷۲۵ھ)

۶: امام بیضاوی (التوفی:۷۹۱ھ)

۷: امام اہل سنت امام احمد رضا خان (التوفی ۱۳۴۰ھ)

۸: بلکہ شیخ الحدیث صاحب خود کیونکہ آپ نے اپنی کتاب کے ابتدائی صفحات پر بڑے شد و مد کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں نبی ہونے پر طویل بحث فرمائی۔ اللہ الغنی!

ص۲۱۳: تنام عینای سے نبوہ بالقوہ ثابت ہوتی ہے بالفعل نہیں۔

جواب: اس حدیث سے نبوت بالقوۃ مراد لینا حضرت کی ذاتی رائے اور تفرد ہے جو کہ بلا دلیل اور خود ساختہ ہے۔

ص۲۱۳: تمام انبیاء کو بچپن سے نبی مانیں۔ (مفہوم عبارت)

جواب: آپ پہلے یہ وصف تمام انبیاء کرام کے لیے ان کے بچپن سے ثابت کر دیں۔

ص۲۲۳: امت کے ساتھ موازنہ پر اعتراضات۔

جواب: اس حدیث سے وجوہ استدلال ہم کتاب کے پچھلے صفحات پر پیش کر چکے ہیں یہاں پر صرف یہ عرض کریں گے کہ کیا امت کے مؤخر ہونے سے نبوت کی تاخیر بھی ثابت ہو جائے گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آپ کے بہ قول چالیس برس کی عمر مبارک میں نبوت سے سرفراز فرما دیا گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد بھی جاری اور قیام قیامت تک جاری رہے گی۔ تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کیا فرق پڑتا ہے۔

ثانیاً: مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی (المتوفی: ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر نے کہا: میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کو کیسے علم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور کس دلیل سے علم ہوا کہ آپ نبی ہیں حتیٰ کہ آپ کو یقین ہو گیا؟ (ج:۱، ص ۳۰۳)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی۔ لہٰذا اس حدیث سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبی ہونے پر استدلال کیا ہے اور اپنے نبی ہونے کی دلیل بیان کی ہے آپ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس پر مزید بحث و تمحیص کرے اور یہ ثابت کرے کہ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ثالثاً: اگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں ہونے والے امتی دکھائے ہیں یا ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تولا گیا تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نبی نہ تھے۔ نیز حضرت کا یہ تجزیہ کے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امت ثابت نہیں ہو سکتی یہ معاملہ بھی عجیب تر ہے۔ امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

''تمام انبیاء و مرسلین اپنے عہد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ (قدیم)، ج: ۹، ص: ۱۲)

لیجیے! حضرت آپ کے اور ہمارے متفقہ امام و مجدد کی تحقیق کے مطابق جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کے تھے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار امتی تھے۔

ص ۲۶۱: علامہ غلام نصیر الدین فرماتے ہیں: اگر مان بھی لیا جائے کہ ساڑھے انتالیس کے بعد سچے خواب شروع ہوئے تو اگر ساڑھے انتالیس سال کے بعد نبوت تسلیم کرنا گستاخی نہیں ہے تو اگر مزید چھ مہینے کا وقفہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ گستاخی کیسے ہو جائے گی۔

جواب: استغفر اللہ، یعنی ساڑھے انتالیس سال کی عمر میں سچے خواب کا آغاز اور نبوت کا آغاز تسلیم کرنے کے باوجود چھ ماہ تک آپ کو نبی تسلیم نہ کرنا گستاخی نہیں۔ فیاللعجب!

ص ۲۶۴: پر علامہ غلام نصیر الدین امام احمد رضا خان کے حوالے سے لکھتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام میں پہلے نبوت کی صلاحیتیں رکھی جاتی ہیں اور ان کے اندر نبوت کی استعداد کامل طور پر موجود ہوتی ہے۔

جواب: اولاً: ایک طرف تو یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ انبیاء میں نبوت کی تمام تر صلاحیتیں و استعدادات کامل طور پر موجود ہوتی ہیں لیکن دوسری طرف یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی کے تحمل کی استعداد نہ تھی بلکہ چالیس سال تک مختلف طرق سے وہ استعدادات پیدا کی گئیں۔

ثانیاً: علامہ صاحب کے والد گرامی کی تحقیق کے مطابق چالیس برس تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف طرق سے وحی کے تحمل کی استعداد پیدا کی گئی اور قوی بشریہ کو مضبوط کیا گیا۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۶۳ برس کے ہوئے تو پھر بار بار وحی کے تحمل و ہمیشہ مرتبہ عالی کی طرف گامزن رہتے ہوئے آپ کے قوی بشریہ کس قدر مضبوط ہو چکے ہوں گے اس کا اندازہ ناممکن ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مرض الموت میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا نہیں جاتا تھا دو افراد سہارا دے کر لاتے۔ حیرت ہے کہ جب وہ قویٰ اتنے مضبوط تھے کہ وحی کی ثقالت کو برداشت کر رہے تھے تو بیماری کی ثقالت کی کیا وقعت اور اگر وہ قویٰ اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ بیماری کی ثقالت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے تو وحی کی ثقالت کو کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وحی تو اس وقت بھی نازل ہو رہی تھی۔ الغرض جب قویٰ بشریہ عالم ضعف میں وحی کی ثقالت کو برداشت کر سکتے تھے تو پھر جب بھرپور جوانی میں قویٰ بشریہ نہایت مضبوط و توانا ہوتے ہیں اس وقت وہ وحی کے تحمل کے قابل کیوں نہ تھے؟

حرف آخر و شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ اشرف سیالوی کے حضور دست بستہ گزارش:

اولاً: یہ بات اصول حدیث سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والے شخص پر عیاں ہے کہ رسول اللہ کے فضائل و مناقب کے اثبات کے لیے حدیث ضعیف بھی قابل قبول ہے۔ اگر ہم بہ طور تنزل تسلیم بھی کر لیں کہ اس مسئلہ میں آپ کے مخالفین کے دلائل ضعیف ہیں تو پھر کیا خرج ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک فضیلت عظمیٰ کا اثبات کر رہے ہیں لہٰذا آپ یہاں بھی قول ضعیف قبول فرمائیں اور اس مسئلہ کو خواہ مخواہ طول نہ دیں کیونکہ دونوں اقسام کے دلائل میں تطبیق ممکن ہے۔

ثانیاً: بہ طور تطبیق پھر عرض ہے کہ چالیس برس کی عمر سے قبل کا عرصہ وہ عرصہ مبارک تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی خفی، القاء وغیرہ کیا جاتا، لیکن چالیس برس کے بعد والی عمر والا عرصہ وہ عرصہ مبارک تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی جلی بھی نازل فرمائی گئی۔

ثالثاً: چالیس برس قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم نہیں تھا جبکہ چالیس برس کی عمر مبارک پانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم بھی عطا فرما دیا گیا۔ اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو رسالت کے عظیم منصب پر فائز کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کئی علماء کرام نے چالیس برس بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قول پیش کیا ہے۔ الغرض جن عرفاء وصوفیاء ومفسرین کے اقوال میں چالیس سال کی عمر مبارک کے وقت نبوت کے حصول کا ثبوت ملتا ہے اس سے مراد نبوت کا وحی جلی وتبلیغ احکام والا دور سمجھا جائے جس سے تحصیل حاصل بھی لازم نہیں آئے گی۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وصف جلیل کا انکار لازم آئے گا۔

رابعاً: امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

علاوہ بریں رب العزت عزوجل اپنے خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت فرماتا ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

"جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا بولا میں اسلام لایا رب العلمین کے لیے۔"

جب خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثنا کو اسلام لانے کا حکم ہونا اور ان کا عرض کرنا کہ میں اسلام لایا معاذ اللہ ان کے ایمان قدیم واسلام مستمر کا منافی نہ ہوا الخ۔

(تنزیہ المکانۃ الحیدریہ، ص: ۳۶)

لہٰذا اگر کسی محدث یا مفسر نے یہ کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر مبارک کے فلاں حصہ میں نبوت ملی تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدیم ومستمر نبوت کا منافی نہ ہوگا۔ فافہم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد قائد المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین

کتابیات

(۱) قرآن مجید
(۲) صحیح بخاری — امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری
(۳) صحیح مسلم — امام مسلم بن حجاج قشیری
(۴) جامع ترمذی — امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
(۵) سنن ابی داؤد — امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث
(۶) مسند دارمی — امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی
(۷) المستدرک — امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم
(۸) التلخیص — علامہ شمس الدین ذہبی
(۹) دلائل النبوۃ — حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی
(۱۰) معجم کبیر — امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی
(۱۱) مسند امام احمد — امام احمد بن حنبل
(۱۲) مصنف عبدالرزاق — امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی
(۱۳) دلائل النبوۃ — امام ابو نعیم
(۱۴) جامع الاصول — امام ابن الاثیر الجزری
(۱۵) السنہ — امام ابن ابی عاصم
(۱۶) مجمع الزوائد — حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی
(۱۷) الجامع الصغیر — حافظ جلال الدین سیوطی
(۱۸) الکامل — امام عبداللہ بن عدی
(۱۹) الشریعہ — امام ابوبکر احمد بن حسین آجری
(۲۰) الاحاد و المثانی — امام ابن ابی عاصم

(۲۱) مشکوٰۃ	امام ولی الدین تبریزی
(۲۲) الدرر المنتثرہ	حافظ جلال الدین سیوطی
(۲۳) الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان	امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی
(۲۴) تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی
(۲۵) تفسیر ابن ابی حاتم	امام ابن ابی حاتم
(۲۶) مدارک	علامہ ابو البرکات احمد بن محمود نسفی
(۲۷) البحر المحیط	علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف
(۲۸) النھر الماد	علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف
(۲۹) الکشاف	علامہ محمود بن عمر زمخشری (معتزلی)
(۳۰) روح البیان	علامہ اسماعیل حقی
(۳۱) الفتوحات الالھیہ	شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل
(۳۲) سمرقندی	علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی
(۳۳) ابن کثیر	حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر
(۳۴) روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسی
(۳۵) در منثور	حافظ جلال الدین سیوطی
(۳۶) جلالین	حافظ جلال الدین سیوطی
(۳۷) عنایۃ القاضی	علامہ احمد شہاب الدین خفاجی
(۳۸) حاشیہ شیخ زادہ	علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوحوی
(۳۹) حاشیہ بیضاوی	علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی
(۴۰) حاشیہ قونوی	علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد
(۴۱) غرائب القرآن	علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین
(۴۲) بغوی	امام ابو محمد الحسین بن مسعود
(۴۳) الکاف الشاف	امام ابن حجر عسقلانی
(۴۴) لباب فی علوم الکتاب	علامہ عمر علی بن عادل

(۴۵) السراج المنیر — علامہ الخطیب شربینی
(۴۶) بیضاوی — امام عبداللہ بن عمر بیضاوی
(۴۷) خازن — علامہ علی بن محمد خازن
(۴۸) زاد المسیر — علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی
(۴۹) تاویلات اھل السنہ — امام ابو منصور محمد بن ماتریدی
(۵۰) الکشف البیان — امام ابو اسحاق بن محمد ثعلبی
(۵۱) النکت و العیون — علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی
(۵۲) الجامع لاحکام القرآن — علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی
(۵۳) تفسیر الثعالبی — علامہ عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف
(۵۴) الصاوی — علامہ احمد بن محمد صاوی
(۵۵) مظہری — قاضی ثناء اللہ پانی پتی
(۵۶) تفسیرات احمدیہ — علامہ احمد جیون حنفی
(۵۷) الوسیط — علامہ طنطاوی مصری
(۵۸) نور العرفان — مفتی احمد یار خان نعیمی
(۵۹) خزائن العرفان — صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
(۶۰) تفسیر حسنات — علامہ ابو الحسنات سید احمد قادری
(۶۱) تبیان القرآن — علامہ غلام رسول سعیدی
(۶۲) فتح البیان — نواب صدیق حسن خاں بھوپالی
(۶۳) تفسیر عثمانی — مولوی شبیر احمد عثمانی (دیوبندی)
(۶۴) تفسیر ماجدی — مولوی عبدالماجد دریا آبادی (دیوبندی)
(۶۵) معارف القرآن — مولوی محمد شفیع (دیوبندی)
(۶۶) بشیر القاری — علامہ غلام جیلانی میرٹھی
(۶۷) اشعۃ اللمعات — شیخ عبدالحق محدث دھلوی
(۶۸) شرح فقہ اکبر — علامہ علی بن سلطان محمد القاری

(۶۹) شرح المقاصد	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی
(۷۰) شرح المواقف	علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی
(۷۱) نبراس	علامہ عبدالعزیز پرھاروی
(۷۲) تمہید	امام ابو شکور سالمی
(۷۳) الفقہ الاکبر	امام اعظم
(۷۴) المعتقد المنتقد	علامہ شاہ فضل رسول قادری
(۷۵) التاریخ الکبیر	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری
(۷۶) المقاصد الحسنہ	علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی
(۷۷) الفتاویٰ الحدیثیہ	علامہ ابن حجر مکی
(۷۸) لطائف المعارف	امام ابن رجب حنبلی
(۷۹) المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی
(۸۰) سبل الہدیٰ	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافی
(۸۱) المورد الروی	علامہ علی القاری
(۸۲) شفا	قاضی عیاض بن موسیٰ
۸۳) نسیم الریاض	علامہ احمد شہاب الدین خفاجی
(۸۴) شرح شفا	علامہ علی بن سلطان محمد القاری
(۸۵) الخصائص الکبریٰ	حافظ جلال الدین سیوطی
(۸۶) الوفا	علامہ عبدالرحمن بن علی جوزی
(۸۷) تاریخ الخمیس	علامہ حسین بن محمد دیار بکری
(۸۸) السیرۃ النبویہ	امام ابن ہشام
(۸۹) مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۹۰) زرقانی علی المواہب	علامہ محمد عبدالباقی زرقانی
(۹۱) الحاوی للفتاوی	حافظ جلال الدین سیوطی
(۹۲) الطبقات الکبریٰ	امام محمد بن سعد

(۹۳) منح المکیه	امام احمد بن حجر الهیتمی
(۹۴) اعلام النبوة	علامه ابو الحسن علی بن محمد الماوردی
(۹۵) عقیدة الشهده	علامه عمر بن احمد الخرپوتی
(۹۶) نور الانوار	علامه احمد جونپوری
(۹۷) تذکرة المحبین	شیخ ابو عبدالله محمد بن قاسم الرصاع
(۹۸) الیواقیت وا لجواهر	علامه عبدالوهاب شعرانی
(۹۹) الانوار و مصباح السرور و الافکار	شیخ ابو حسن احمد بن عبدالله البکری
(۱۰۰) جلاء القلوب	امام محمد جعفر بن ادریس الکتانی
(۱۰۱) تاج العروس	علامه سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی
(۱۰۲) المفردات	علامه حسین بن محمد راغب اصفهانی
(۱۰۳) کنز الایمان	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۰۴) فتاوی رضویه	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۰۵) المعتمد المستند	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۰۶) تجلی الیقین	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۰۷) الجراز الدیانی	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۰۸) نفی الفئی	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۰۹) الامن و العلی	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۱۰) حدائق بخشش	امام احمد رضا خاں قادری
(۱۱۱) بهار شریعت	علامه امجد علی اعظمی
(۱۱۲) مقالات کاظمی	علامه سید احمد سعید کاظمی
(۱۱۳) مقصود کائنات	علامه سید احمد سعید کاظمی
(۱۱۴) عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزه	علامه غلام نصیر الدین سیالوی
(۱۱۵) کوثر الخیرات	علامه اشرف سیالوی
(۱۱۶) تنویر الابصار	علامه اشرف سیالوی

(۱۱۷) رد شہاب ثاقب	مفتی محمد اجمل سنبھلی
(۱۱۸) فتاوی فیض رسول	علامہ جلال الدین احمد امجدی
(۱۱۹) طیب الوردہ	علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری
(۱۲۰) دین مصطفیٰ	علامہ سید محمود احمد رضوی
(۱۲۱) اثبات علم غیب	مفتی غلام فرید رضوی
(۱۲۲) پڑھا لکھا امی	علامہ فیض احمد اویسی
(۱۲۳) علم القرآن	مولٰنا منظور احمد شاہ صاحب
(۱۲۴) شرح سلام رضا	مفتی محمد خاں قادری
(۱۲۵) سیرت حلبیہ	علامہ علی بن برھان الدین حلبی
(۱۲۶) تذکرۃ الانبیاء	مولٰنا عبدالرزاق بھترالوی
(۱۲۷) رسالہ نور	مفتی احمد یار خاں نعیمی
(۱۲۸) عمدۃ البیان	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری
(۱۲۹) ماھنامہ ''السعید''	مفتی عبدالمجید سعیدی
(۱۳۰) کتب علمائے دیوبند	
(۱۳۱) نشر الطیب	مولوی اشرف علی تھانوی
(۱۳۲) فیض الباری	مولوی انور شاہ کشمیری
(۱۳۳) العرف الشذی	مولوی انور شاہ کشمیری
(۱۳۴) تحذیر الناس	مولوی قاسم نانوتوی
(۱۳۵) کتب علمائے غیر مقلدین	
(۱۳۶) شان مصطفےٰ	مولوی اشرف سلیم
(۱۳۷) سلسلۃ الاحادیث صحیحہ	مولوی ناصر الدین البانی